کلیات

مراثی جوش ملیح آبادی

مؤلف

ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی

فہرست

یہ تو کہے گا جلوہ بجز واہمہ نہیں
جو دیکھنے میں آئے وہ بت ہے خدا نہیں

اے صدق کے محیط، حقائق کے آبشار
اے حق کے بادشاہ، معارف کے تاجدار
اے علم کے خدیو، تفکر کے شہریار
نوعِ بشر کو فکر و عمل کی طرف پکار

ہاں کج زندگی کی شفق ہے ترا وجود
ایفائے عہد رحمتِ حق ہے ترا وجود

جوش کے مرثیے نہ تو عبادت ہیں نہ بخشش کا ذریعہ۔ ان کے پیش نظر ایک مقصد ہے، صحت مند و توانا زندگی کے لئے ایک راستے کی تلاش ہے۔ یہ راستہ انہوں نے شہادت حسین علیہ السلام میں تلاش کر لیا ہے، جس پر چل کر بنی نوع انسان اپنی اس منزل تک پہنچ سکتا ہے، جس کی نشاندہی خدائے تعالیٰ نے کی ہے۔ عجیب ہے کہ جوش اپنے مرثیوں میں ذات خداوندی، رسول خدا اور حضرت علی شیر خدا کے ذکر سے بھی غافل نہیں رہتے۔ وہ اپنی بات کو تکرار کے ساتھ تواتر کے ساتھ اور تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جگہ جگہ ان کا اعادہ معلومات ہو جاتا ہے تاکہ قارئین ان کی بات کو سمجھ سکیں۔

"کلیات مراثی جوش" میں جوش کے مرثیوں کا تفصیلی جائزہ مقصود نہیں ہے بلکہ تعارف کے طور پر چند کلمات سپرد قلم کئے جا رہے ہیں۔ اس کتاب سے قبل محترم ضمیر اختر نقوی نے "جوش ملیح آبادی کے مرثیے" عنوان سے ایک کتاب

ترتیب دے کر ایک اہم خدمت انجام دی ہے اور جوش کے مراثی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

کلیات میں جوش کی مطبوعہ کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ مرثیوں کو نقل کرنے میں دشواری یہ پیش آئی ہے کہ جوش صاحب مرحوم نے مرثیوں میں جگہ جگہ تبدیلی کر دی ہے کہیں الفاظ تبدیل کر دیئے ہیں، کہیں مصرعے بدل دیئے ہیں کہیں بند غائب کر دیئے ہیں اور کہیں نئے بند شامل کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے قارئین کو دشواری ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ "موجد و مفکر" کا وہ نسخہ دیکھیں گے جو لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اور پھر "الہام و افکار" میں "موجد و مفکر" کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو واضح فرق نظر آئے گا۔

مختصر یہ کہ وہ مرثیہ جو اشرف دکنی کی نظم "نوسرہار" سے یا عبداللہ قطب شاہ کے دیوانوں سے شروع ہوا تھا ۱۹۸۲ء میں حضرت جوش ملیح آبادی مرحوم کی وفات کے وقت اپنے عروج پر ضرور نظر آتا ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ ارتقا کا یہ دور کب ختم ہوگا۔ جوش کے بعد اردو شاعری اور مرثیے کا میدان بظاہر خالی ہے لیکن انسانی زندگی کے ارتقائی عمل کی طرح زبان اور شاعری کا ارتقائی عمل بھی رک نہیں سکتا۔

ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی
اردو منزل۔ ملیح آباد۔ لکھنؤ

ذاکر سے خطاب

ہوشیار اے ذاکرِ افسردہ فطرت ہوشیار
مردِ حق اندیش، اور باطل سے ہو زار و نزار
ضعف کا احساس، اور مومن کو، یہ کیا خلفشار
لافتیٰ الا علی، لا سیف الا ذوالفقار
جو حسینی ہے، کسی قوت سے ڈر سکتا نہیں
موت سے ٹکرا کے بھی ساونت مر سکتا نہیں

تو نہیں روحِ شہیدِ کربلا سے بہرہ مند
تیرے شانوں پر تو زلفِ بزدلی کی ہے کمند
سخت استعجاب ہے اے پیشہ ور ماتم پسند
ببر و ضیغم کے سینے میں ہو قلبِ گوسفند
ننگ کا موجب ہے یہ اہلِ وفا کے واسطے
یوں نہ ماتم کر شہیدِ کربلا کے واسطے

مانعِ شیون نہیں میرا پیامِ مستقل
گریہ فطری شے ہے، دشمن پر بھی بھر آتا ہے دل
دل نہیں پتھر ہے مولیٰ پر نہ ہو جو مضمحل
گریۂ مومن سے ہے تزئینِ بزمِ آب و گل
کون کہتا ہے کہ دل کے حق میں غم اچھا نہیں
پھر بھی شغلِ گریہ نصب العین بن سکتا نہیں

ہاں میں واقف ہوں کہ آنسو ہے وہ تیغِ آبدار
سنگ و آہن میں اتر جاتی ہے جس کی نرم دھار
ہے مگر مردانگی کو ان خنک اشکوں سے عار
جن کے شیشوں میں نہ غلطاں ہوں شجاعت کے شرار
اشک، بے سوزِ دروں پانی ہے، ایماں کی قسم
قلبِ شبنم پر شعاعِ مہرِ تاباں کی قسم

سوچ تو اے ذاکرِ افسردہ طبع نرم خو
آہ تو نیلام کرتا ہے شہیدوں کا لہو
تاجرانہ عشق ہے مجلس میں تیری ہاؤ ہو
قیس کا دریوزہ ہے جیحوں پہ تیری گفتگو
عالمِ اخلاق کو زیر و زبر کرتا ہے تو
خونِ اہلِ بیت میں لقمے کو تر کرتا ہے تو

حرص نے تجھ کو سکھایا ہے دناءت کا سبق
کربلا کے ذکر میں لیتا نہیں کیوں نام حق
چشمۂ دولت ہے تیرا سیلِ اشک بے قلق
خون کی چادر سے سونے کے بناتا ہے ورق
خانۂ برباد ہے دولت سرا تیرے لئے
اک دفینہ ہے زمینِ کربلا تیرے لئے

کیا بتاؤں کیا تصور تو نے پیدا کر دیا
غیرتِ حق کو بھلا کر، حق کو رسوا کر دیا
کربلا و خونِ مولیٰ کو تماشا کر دیا
"آب رکناباد" و بستانِ "مصلیٰ کر دیا
عشق گریہ، عیش کی تمہید ہے تیرے لئے
عشرۂ ماہِ محرم، عید ہے تیرے لئے

سوچ تو کچھ جی میں اے مشتاقِ راہ مستقیم
مومنوں کے دل ہوں اور واماندۂ امید و بیم
شدتِ آہ و بکا سے دل ہوں سینوں میں دو نیم
کیوں ہمیں لے دے کے تھا کیا مقصودِ ذبحِ عظیم؟
خوف ہے قربانِ اعظم نظر سے گر نہ جائے
اس حیدرؑ کے لہو پر، دیکھ، پانی پھر نہ جائے

ساز عشرت ہے تجھے ذکرِ امامِ مشرقین
ڈھالتا ہے تیرے سکے، بستگانِ غم کا بین
تیری دارالضرب ہے اہلِ عزا کا شور و شین
سر جھکا لے شرم سے اے تاجرِ خونِ حسینؑ
ذہن میں آتا ہو جس کا نام تلواروں کے ساتھ
اس کا ماتم اور ہو سکوں کی جھنکاروں کے ساتھ

غم کے سکے بہرِ زر تاکے بٹھائے جائیں گے؟
کب تک آخر ہم پہ عشرت دلائے جائیں گے؟
دام پر تاچند یوں دانے گرائے جائیں گے؟
آنسوؤں سے تاکجا "موتی" بنائے جائیں گے
بہرِ لقمہ تابکے منبر پہ منہ کھولے گا تو؟
تا کجا پانی کے کانٹے پر لہو تولے گا تو؟

کربلا میں اور تجھ میں اتنا بعد المشرقین
اس طرف شور رجز خوانی، ادھر لے دے کے بین
اس طرف تکبیر، ادھر ہنگامہائے شور و شین
اس طرف اشکوں کا پانی، اس طرف خونِ حسینؑ
وہ تجھی کس منزل میں، اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

کربلا سے واقفیت بھی ہے مردِ منفعل؟
کربلا در پردہ بشاش، اور بہ ظاہر مضمحل
جس کی رفعت سے بلندی آسمانوں کی خجل
جسکے ذروں میں دھڑکتے ہیں جواں مردوں کے دل

خندہ زن ہے جس کی رفعت محوِ افلاک پر
مہر تکمیل نبوت ثبت ہے جس خاک پر

جسکے ہر ذرّے میں غلطاں ہیں ہزاروں آفتاب
خار کی نبضوں میں جاری ہے جہاں خونِ گلاب
جسکے خار و خس میں ہے خوشبوئے آلِ بوتراب
کربلا! تاریخِ عالم میں نہیں تیرا جواب

کربلا تو آج بھی قائم ہے اپنی بات پر
مہر اب بھی سجدہ کرتا ہے ترے ذرات پر

اے چراغِ دودمانِ مصطفےٰ کی خواب گاہ
تیرے خار و خس پہ ہے تابندہ خونِ بے گناہ
تیری جانب اٹھ رہی ہے اب بھی یزداں کی نگاہ
آ رہی ہے ذرّے ذرّے سے صدائے لا الٰہ

…ـے میں منتقل ہو کر تیری تربت جنت ہے حسینؑ
تیرے سناٹے میں محوِ خوابِ راحت ہے حسینؑ

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا، وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا، وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا، وہ حسینؑ
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا، وہ حسینؑ

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا

نطق جس کا نغمۂ سازِ پیمبر، وہ حسینؑ
تھا جو شرحِ مصطفےٰ، تفسیرِ حیدرؑ، وہ حسینؑ
تشنگی جس کی جوابِ موجِ کوثر، وہ حسینؑ
لاکھ پہ بھاری رہے جس کے بہتر، وہ حسینؑ

جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا

پیاس میں جس نے پی لیا جامِ شہادت، وہ حسینؑ
مر گیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت، وہ حسینؑ
ہے رسالت کی سپر جس کی امامت، وہ حسینؑ
جس نے رکھ لی نوعِ انسانی کی عزت، وہ حسینؑ

وہ کہ سوزِ غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

اے حسینؑ اب تک گل افشاں ہے تری ہمت کا باغ
آندھیوں سے لڑ رہا ہے آج بھی تیرا چراغ
تو نے دھو ڈالے جبینِ ملتِ بیضا کے داغ
تیرے دل کے سامنے لرزاں ہے باطل کا دماغ
فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جس کا تو آقا ہو، اس کو ناز کرنا چاہیے

کھول آنکھیں اے اسیرِ کاکلِ زشت و نکو
آہ، کن موہوم موجوں پہ بہا جاتا ہے تو
ختم ہے آنسو بہانے ہی پہ تیری آرزو
اور شبیرِ کربلا نے تو بہایا تھا لہو
ہاتھ ہے ماتم میں تیرا سینۂ افگار پر
اور حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہاتھ تھا تلوار پر

تھیں بہتر خوں چکاں تیغیں حسینی فوج کی
اور صرف اک سید سجادؑ کی زنجیر تھی
اتنی تیغوں کی رہی دل میں نہ تیرے یاد بھی
حافظے میں صرف اک زنجیر باقی رہ گئی
ذہن کو بیچارگی سے انس پیدا ہو گیا
اے شفیعِ عالم کے پیرو! یہ تجھے کیا ہو گیا

آہ تو اور سازِ برگِ عافیت کا اہتمام
کیوں نہیں کہتا کہ باطل کی حکومت ہے حرام
تجھ کو اور زنداں کا ڈر، کیوں اے غلامِ ننگ و نام؟
جانتا ہے رہ چکے ہیں قید میں کتنے امام؟
تو مثالِ اہلِ بیتِ پاک مر سکتا نہیں
عشق کا دعویٰ ہے، اور تقلید کر سکتا نہیں

دیکھ، مجھ کو دیکھ، میں ہوں ایک رندِ بادہ خوار
رسمِ تقویٰ ہی سے واقف ہوں نہ طاعت سے دوچار
سر پہ ہے شملہ نہ کاندھے پر عبائے زرنگار
موت کو لیکن سمجھتا ہوں، حیاتِ پائدار
رسم و راہِ زہد و تقویٰ کو سبک کرتا ہے تو
قتل سے ڈرتا نہیں میں، قید سے ڈرتا ہے تو

خوف کا جن ہے زمانے سے ترے سر پہ سوار
خوف ہے اک نامبارک طائرِ مردار خوار
باغ و بستاں سے نہیں ہوتی نظر جس کی دوچار
روز و شب لاشوں پہ منڈلاتا ہے جو دیوانہ وار
تیرے سر پر اس کا منڈلانا تماشا تو نہیں؟
غور کر تو اک عقوبت خیز لاشا تو نہیں؟

خلق میں محشر بپا ہے اور تو مصروفِ خواب
خون میں ذلت کی موجیں کھا رہی ہیں پیچ و تاب
تیری غیرت کو خبر بھی ہے، کہ دختِ حسینؑ کا حجاب
تیری ماں، بہنوں کی راہوں میں الٹا ہے نقاب
اب تو وحشی شیر کی صورت بپھر جانا چاہئے
یہ اگر ہمت نہیں، تو ڈوب مرنا چاہئے
دیکھ تو کتنی مکدر ہے فضائے روزگار
کس طرح چھایا ہوا ہے، حق پہ باطل کا غبار
بزمِ یزدانی میں روحِ اہرمن ہے گرمِ کار
میان سے باہر نکل جا، اے علیؑ کی ذوالفقار
نقشِ حق کو اب بھی او غافل! جلی کرتا نہیں
اب بھی تقلیدِ حسینؑ ابنِ علیؑ کرتا نہیں!

متولیانِ وقفِ حسین آباد سے خطاب

سن سکو تو چند نالے ہیں دلِ غمناک کے
اے گرامی ممبرو! وقفِ حسین آباد کے
مشعلوں کی جگمگاہٹ کی ہوا کرتی ہے "شو"
ہر محرم کی نویں اور آٹھویں تاریخ کو
وہ اداس اور تشنہ دو راتیں سرِ جوئے فرات
جن کے سناٹے کے اندر گم تھی روحِ کائنات
جن کی رو میں درہم و برہم تھا دنیا کا نظام
جن کی خاموشی میں غلطاں تھا شہادت کا پیام
جن کی ہلچل سے تلاطم تھا دلِ آفاق میں
جھلملائی تھی وفا کی شمع جن کے طاق میں
جن کی ظلمت کو منور کر رہے تھے دل کے داغ
گل ہوا تھا جن کی آندھی میں مدینے کا چراغ
پر فشاں تھے جن کے سناٹے جرس کے واسطے
تم نے ان راتوں کو چھانٹا ہے ہوس کے واسطے

شعلوں میں جس جگہ خونِ شہیداں کا ہو رنگ
یر کرنے کو بلائے جائیں واں اہلِ فرنگ
کیا حمیت ہے کہ اپنوں کے لئے ہو روک تھام
روپ میں بھی غیر کے آئے کوئی تو اذنِ عام
تملق، یہ خوشامد، یہ زبوں اندیشیاں
قم کدہ مسلم کا ہو نصرانیوں کا بوستاں
یدۂ نمناک ہو جس بزم میں افسانہ کو
اس جگہ دی جائے دعوت چشمکِ مژگاں کو
اٹھائے دل میں کھولا جائے ہنسانے کا باب
تھے ہوں آنسوؤں کی انجمن میں باریاب
بزمِ عصمت میں، سر آنکھوں پر لیا جائے گناہ
مقبرے کو اور بنائے آسماں تفریح گاہ
دعوتِ حرف و حکایت، زلزلے کی رات میں
منعقد ہو جشن، اشکوں کی بھری برسات میں
ام شیون پہ کھلے موجِ تبسم کا علم
خون کے قطروں پہ اور ارباب عشرت کے قدم
رقصِ صہبا چلے اہلِ وفا کے خون میں
آخری ہچکی بھری جائے گراموفون میں

لشکرِ شادی سے روندی جائے غم خانے کی خاک
غازۂ خوباں بنائی جائے پروانے کی خاک
چنگ و بربط کا تسلط ہو دیارِ آہ میں
اہلِ ماتم لاش کو رکھیں نمائش گاہ میں
دیدۂ عشرت اٹھے صد پارہ اشارہ کیجئے
پیٹنے والے آئیں رونے کا تماشا دیکھئے
جوئے خوں، اور اس پہ تیراکی کا میلا الحذر
غیرتِ اسلام! تجھ کو کھا گئی کس کی نظر؟
روحِ مومن کو عطا، یا رب خدا! ادراک ہو
یہ نہیں تو صور پھونکا جائے کہ قصہ پاک ہو

....

اے یار اللہ نوحہ سناتا پھرتا
تا روز جزا اشک بہاتا پھرتا
امداد نہ کرتے جو ترس کھا کے حسین
اسلام ترا ٹھوکریں کھاتا پھرتا

سوگوارانِ حسینؑ سے خطاب

انقلابِ تند و خو جس وقت اٹھائے گا نظر
کروٹیں لے گی زمیں، ہوگا فلک زیر و زبر
کانپ کر ہونٹوں پہ آجائے گی روحِ بحر و بر
وقت کا پیرانہ سالی سے بھڑک اٹھے گا سر
موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہ جائے گا
ہاں مگر نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ رہ جائے گا

کون؟ وہ جو ہستی کے دھوکے میں نہ آیا وہ حسینؑ
سر کٹا کر بھی نہ جس نے سر جھکایا وہ حسینؑ
جس نے مر کر غیرتِ حق کو جلایا وہ حسینؑ
موت کا منہ دیکھ کر جو مسکرایا وہ حسینؑ
کانپتی ہے جس کی بی بی کو جوانی دیکھ کر
ہنس دیا جو تیغِ قاتل کی روانی دیکھ کر

ہاں نگاہِ غور سے دیکھ اے گروہِ مومنیں!
جا رہا ہے کربلا خیر البشرؐ کا جانشیں
آسماں ہے لرزہ براندام، جنبش میں زمیں
فرق پر ہے سایہ افگن شہپرِ روح الامیں
اے شکوہ، السلام، اے خستہ گلیو الوداع
اے مدینے کی نظر افروز گلیو الوداع

ہوشیار، اے ساکت و خاموش کوفے! ہوشیار
آرہے ہیں دیکھ وہ اعدا قطار اندر قطار
ہونے والی ہے کشاکش درمیانِ نور و نار
اپنے وعدوں پر پہاڑوں کی طرح رہ استوار
صبح قبضہ کر کے رہتی ہے اندھیری رات پر
جو بہادر ہیں اڑے رہتے ہیں اپنی بات پر

لو کے جھکڑ چل رہے ہیں غیظ میں ہے آفتاب
سرخ ذروں کا سمندر کھا رہا ہے پیچ و تاب
تشنگی، گرمی، تلاطم، آگ، وحشت، اضطراب
کیوں مسلمانو! یہ منزل، اور آلِ بوترابؑ
کس قدر ظالم ہو تم نے جو سلوک ان سے کئے
مصطفیٰؐ نے ان کو پالا تھا اسی دن کے لئے؟

لو وہ مقتل کا سماں ہے، وہ حریفوں کی قطار
بے رخی ہے نہر لو وہ سامنے بیگانہ وار
وہ ہوا اسلام کا سرتاج مرکب پر سوار
دھوپ میں وہ برق سی چمکی، وہ نکلی ذوالفقار
آ گئی رن میں اجل، تیغ دو دم تولے ہوئے
جانب اعدا بڑھا دوزخ وہ منہ کھولے ہوئے

دور تک ہلنے لگی گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمیں
کوہ تھرانے لگے، تیورا گئی فوج لعیں
زد پہ آ کر کوئی بچ جائے، نہیں ممکن نہیں
لو حسینؑ ابن علی نے وہ چڑھا لی آستیں
آستیں چڑھتے ہی خون ہاشمی گرما گیا
یا خدا! ہشیار، دریا میں تلاطم آ گیا

ظہر کے ہنگام، کچھ ڈھلنے لگا جب آفتاب
ذوق طاعت نے دل سوئی میں کھایا پیچ و تاب
آ کے خیمے سے کسی نے دوڑ کر تھامی رکاب
ہو گئی بزم رسالت میں امامت باریاب
تشنہ لب ذروں پہ خون مشک بو بہنے لگا
خاک پر اسلام کے دل کا لہو بہنے لگا

آفریں چشم و چراغ دودمان مصطفےٰؐ
آفریں صد آفریں و مرحبا صد مرحبا
مرتبہ انساں کا تو نے وہ بالا کر دیا
جان دے کر، اہل دل کو تو سبق یہ دے گیا
کشتیٔ ایماں کو خون دل میں کھینا چاہیے
حق پہ جب آنچ آئے تو یوں جان دینا چاہیے

اے محیط کربلا! اے ارض بے آب و گیاہ
جرأت مردانۂ شبیرؑ کی رہنا گواہ!
حشر تک گونجیں گے تجھ میں نعرہ ہائے لا الٰہ
کج رہے گی فخر سے فرق رسالت پر کلاہ
یہ شہادت اک سبق ہے حق پرستی کے لیے
اک ستون روشنی ہے تیرہ بختی کے لیے

تم سے کچھ کہنا ہے اب اے سوگواران حسینؑ
یاد بھی ہے تم کو تعلیم امام مشرقین؟
تا کجا بھولے رہو گے غزوۂ بدر و حنین
کب تک آخر ذاکروں کے تاجرانہ شور و شین؟
ذاکروں نے موت کے سانچے میں دل ڈھالے نہیں
یہ شہید کربلا کے چاہنے والے نہیں

کہہ چکا ہوں بار بار، اور اب بھی کہتا ہوں یہی
مانع شیون نہیں میرا پیام زندگی
لیکن اتنی عرض ہے اے نوامیر بزدلی
اپنی نبضوں میں رواں کر خون پر جوش علی
ان کو رونا پہلے اپنی تیغ کاہی کو تو دیکھ
اپنے ماتھے کی ذرا مہر غلامی کو تو دیکھ

جس کو ذلت کا نہ ہو احساس وہ نامرد ہے
تنگ پہلو ہے وہ دل جو بے نیاز درد ہے
حق نہیں جینے کا اس کو جس کا چہرہ زرد ہے
خودکشی ہے فرض اس پر، خون جس کا سرد ہے
وقت بیداری نہ غالب ہو سکے جو قوم پر
لعنت ایسی خستہ ملت پر، تف ایسی قوم پر!

زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو
اس زمیں کی پستیوں میں آسماں بن کر رہو
دور حق ہو تو نسیم بوستاں بن کر رہو
عہد باطل ہو تو تیغ بے اماں بن کر رہو
دوستوں کے پاس آؤ نور پھیلاتے ہوئے
دشمنوں کی صف سے گزرو آگ برساتے ہوئے

دور غلامی میں راحت، کلفت، عشرت، ہے حرام
مے دشمنوں کی چاہ ساقی کی محبت ہے حرام
علم ناجائز ہے دستار فضیلت ہے حرام
انتہا یہ ہے غلاموں کی عبادت ہے حرام
گوشے ذلت میں ٹھہرنا کیا، گزرنا بھی حرام
صرف جینا ہی نہیں، اس طرح مرنا بھی حرام!

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین



حسینؑ اور انقلاب



ہمراز یہ فسانۂ آہ و فغاں نہ پوچھ
دو دن کی زندگی کا غم این و آں نہ پوچھ
کیا کیا حیات ارض کی ہیں تلخیاں نہ پوچھ
کس درجہ ہولناک ہے یہ داستاں نہ پوچھ
تفصیل سے کہوں تو فلک کانپنے لگے
دوزخ بھی فرطِ شرم سے منہ ڈھانپنے لگے

دنیا کی ہر خوشی ہے غم و درد سے دو چار
ہر قہقہے کی گونج میں ہے چشم اشکبار
کیا خار و خس کہ وہ تو ہیں معتوب روزگار
نسرین و نسترن میں بھی پنہاں ہے نوک خار
نغمے ہیں جنبشِ دلِ مضطر لیے ہوئے
گل برگ تک ہے برشِ خنجر لیے ہوئے

یاران سرفروش و نگاران مہ جبیں
آبِ نشاط و لعل و لب و زلفِ عنبریں
کوئے مغاں و بوئے گل و درد تہِ نشیں
زور و وزن و ذکاوت و ذہن و زر و زمیں
جو شے بھی ہے وہ درد کا پہلو لئے ہوئے
ہر گوہرِ نشاط ہے آنسو لئے ہوئے

بیگانۂ حدود ہے انساں کی آرزو
پیچیدہ ہر نظر میں ہے اک تازہ جستجو
تھمتی نہیں کہیں بھی تمنائے برق خو
ساقی کا وہ کرم ہے کہ بھرتا نہیں سبو
ارماں کی شاہراہ میں منزل نہیں کوئی
اس بحرِ بے کنار کا ساحل نہیں کوئی

اس لیلیٔ حیات کی اللہ ری دار و گیر
ہر لوچ اک کمان ہے ہر ناز ایک تیر
اس کے کرم میں بھی وہ حرارت ہے ہم صفیر
جس کے مقابلے میں جہنم ہے زم ہریر
الجھے جو اس کے گیسوئے پیچاں کے جال میں
لگ جائے آگ دامنِ قطبِ شمال میں

امراض سے کسی کا بڑھاپا ہے اک وبال
آلام سے کسی کی جوانی ہے پائمال
اس کو ہے خوفِ ننگ اسے نام کا خیال
روزی سے کوئی تنگ کوئی عشق سے نڈھال
ہر سانس ہے نوید عذابِ عظیم کی
گھبرا کے دوہائی خدائے رحیم کی

اس خوں چکاں حیات کے آلام کیا کہوں
قدرت نہیں فسانۂ ایام کیا کہوں
دارائے کائنات کے انعام کیا کہوں
یہ داستانِ مرحمتِ عام کیا کہوں
کہہ دوں تو دل سے خون کا چشمہ ابل پڑے
اور چپ رہوں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

نوعِ بشر پہ جو ہے عقوبت نہ پوچھیے
سفاکِ زندگی کی شقاوت نہ پوچھیے
جورِ حیات و جبرِ مشیت نہ پوچھیے
کتنا رقیق ہے دلِ قدرت نہ پوچھیے
سو سال اگر خزاں کے تو دو دن بہار کے
قرباں ہجوم رحمت پروردگار کے

... تو غم معاش کا سوز نہاں ہے اور
...یف جاں گدازی عشق بتاں ہے اور
...ے تلخی شیب و عذاب خزاں ہے اور
...ان امر حق کی مگر داستاں ہے اور

گفتار صدق مایہ آزادی شود
چوں حرف حق بلند شود داری شود (صائب)

... اس بلا سے کوئی بلا بھی بڑی نہیں
... اس کو علم جس پہ یہ بپتا پڑی نہیں
...توں کی اس کے لاش بھی اکثر گڑی نہیں
...ن امر حق سے کوئی شے کڑی نہیں

بے جرم خود کو جرم میں جو باندھ لے وہ آئے
اس راہ میں جو سر سے کفن باندھ لے وہ آئے

...ف رشد و کاوش تبلیغ الاماں
... دائرہ ہے دائرۂ مرگ ناگہاں
... یہاں سروں پہ کڑکتی ہیں بجلیاں
...الم سے بولنے لگتے ہیں استخواں

ہر گام پر حیات کے چہرے کو فق کرے
مرنا جو چاہتا ہو وہ اعلان حق کرے

کیسے کوئی عزیز روایات چھوڑ دے
کچھ کھیل ہے کہ کہنہ حکایات چھوڑ دے
کمسنی میں تھے جو غل وہ خیالات چھوڑ دے
ماں کا مزاج باپ کی عادات چھوڑ دے

کس جی سے کوئی رشتۂ اوہام چھوڑ دے
ورثے میں جو ملے ہیں وہ اصنام توڑ دے

اوہام کا رباب قدامت کا ارغنوں
فرسودگی کا سحر روایات کا فسوں
اقوال کا مراق حکایات کا جنوں
رسم و رواج و محبت و میراث و نسل و خوں

افسوس یہ وہ حلقۂ دام خیال ہے
جس سے بڑے بڑوں کا نکلنا محال ہے

اس بزم سامری میں جہالت کا ذکر کیا
خود علم کے حواس بھی رہتے نہیں بجا
اوہام جب دلوں میں بجاتے ہیں دائرہ
عقلوں کو سوجھتا ہی نہیں رقص کے سوا

تاریخ جھومتی ہے فسانوں کے غول میں
بوڑھے بھی ناچتے ہیں جوانوں کے غول میں

...ں دائرے میں قصرِ قدامت کا ہو طواف
...ت کے "جرم" کو کوئی کرتا نہ ہو معاف
...ڑے ہوئے رسوم کا ذہنوں پہ ہو غلاف
...واز کون اٹھائے وہاں جہل کے خلاف
آواز اٹھائے موت کی جو آرزو کرے
ورنہ مجال ہے کہ یہاں گفتگو کرے

...تا ہے جو سماج میں جویائے انقلاب
...ا ہے اس کو مرتد و زندیق کا خطاب
...لے تو اس کو آنکھ دکھاتے ہیں شیخ و شاب
...س پہ بھی وہ نہ چپ ہو تو پھر قوم کا عتاب
بڑھتا ہے ظلم و جور کے تیور لئے ہوئے
تشنیع و طعن و دشنہ و خنجر لئے ہوئے

...تا ہے غلغلہ کہ یہ زندیق نامراد
...ج فکر و کج نگاہ و کج اخلاق و کج نہاد
...یلا رہا ہے عالمِ اخلاق میں فساد
...ے صاحبانِ جذبۂ دیرینۂ جہاد
ہاں جلد اٹھو تباہی باطل کے واسطے
جنت ہے ایسے شخص کے قاتل کے واسطے

اور بالخصوص جب ہو حکومت کا سامنا
رعب و شکوہ و جاہ و جلالت کا سامنا
شاہانِ کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا
قرنا و طبل و ناوک و رایت کا سامنا
لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے
اس وقت جو ثبات دکھائے وہ مرد ہے

اور بالخصوص بند ہو جب ہر رہِ نجات
حق تشنہ لب ہو دشت میں باطل لبِ فرات
دستِ اجل میں ہو زن و فرزند تک کی ذات
حائل ہو مرگ و زیست میں لے دے کے ایک رات
یہ وہ گھڑی ہے کانپ اٹھے شیر نر کا دل
اس جھیلنے کو چاہئے فوق البشر کا دل

وہ کربلا کی رات وہ ظلمت وہ ادائی
وہ مرگِ بے پناہ کے سائے میں زندگی
خیموں کے گرد و پیش وہ پُر ہول خامشی
خاموشیوں میں دور سے وہ چاپ موت کی
تھی پشتِ وقت بارِ الم سے جھکی ہوئی
ارض و سما کی سانس تھی گویا رکی ہوئی

وہ اہلِ حق کی تختے وہاں مختصر سپاہ
باطل کا وہ ہجوم کہ اللہ کی پناہ
وہ ظلمتوں کے دام میں زہرا کے مہر و ماہ
تارے وہ فرطِ غم سے جھکائے ہوئے نگاہ
وہ دل بجھے ہوئے وہ ہوائیں تھمی ہوئی
وہ اک بہن کی بھائی پہ نظریں جمی ہوئی

لبریز زہرِ جور سے وہ دشت کا ایاغ
دکھتے ہوئے وہ دل وہ تپتے ہوئے دماغ
آنکھوں کی پتلیوں سے عیاں وہ دلوں کے داغ
پرہول ظلمتوں میں وہ بجھے ہوئے چراغ
بکھرے ہوئے ہواؤں میں وہ گیسو رسولؐ کے
تاروں کی روشنی میں وہ آنسو بتولؑ کے

وہ رات وہ فرات وہ موجوں کا خلفشار
ماہی کی کروٹوں پہ وہ بے چارگی کا بار
وہ ظالموں کی زد پہ خواتین کا وقار
اصغر کا پیچ و تاب وہ جھولے میں بار بار
اصغر میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا
وہ دل دھڑک رہا تھا رسالت مآبؐ کا

وہ رات جب امام کی گونجی تھی یہ صدا
اے دوستانِ صادق و یارانِ باصفا
باقی نہیں رہا ہے کوئی اور مرحلہ
اب سامنا ہے موت کا اور صرف موت کا
آنے ہی پر بلائیں ہیں اب تحت و فوق سے
جانا جو چاہتا ہے چلا جائے شوق سے

اور سنتے ہی یہ بات بصد کرب و اضطراب
شبیرؑ کو دیا تھا یہ انصار نے جواب
دیکھیں جو ہم یہ خواب بھی اے ابنِ بوتراب
واللہ فرطِ شرم سے ہو جائیں آب آب
قرباں نہ ہو جو آپ سے والا صفات پر
لعنت اس امن و عیش پہ تف اس حیات پر

کیا آپ کا خیال ہے یہ شاہِ ذی حشم
ہم ہیں اسیرِ سود و زیاں صیدِ کیف و کم
خود دیکھ لیجئے گا کہ گاڑیں گے جب قدم
ہلنا تو کیا ہلیں گے نہ دشتِ وغا سے ہم
پتلے ہیں ہم حدید کے پیکر ہیں سنگ کے
انساں نہیں پہاڑ ہیں میدانِ جنگ کے

ہاں ہاں وہ رات دہشت و بیم و رجا کی رات
افسون جاں کنی و طلسم قضا کی رات
لب تشنگان ذریت مصطفیٰؐ کی رات
جو حشر سے عظیم تھی وہ کربلا کی رات
شبیر نے حیات کا عنواں بنا دیا
اس رات کو بھی مہر درخشاں بنا دیا

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دم بدم
دشت ثبات و عزم ہے دشت بلاؤ غم
صبر مسیح و جرأت سقراط کی قسم
اس راہ میں ہے صرف اک انسان کا قدم
جس کی رگوں میں آتش بدر و حنین ہے
جس سورما کا اسم گرامی حسینؑ ہے

جو صاحب مزاج نبوت تھا وہ حسینؑ
جو وارث ضمیر رسالت تھا وہ حسینؑ
جو خلوتی شاہد قدرت تھا وہ حسینؑ
جس کا وجود فخر مشیت تھا وہ حسینؑ
سانچے میں ڈھالنے کے لئے کائنات کو
جو توڑتا تھا نوک مژہ پر حیات کو

جو اک نشان تشنہ دہانی تھا وہ حسینؑ
گیتی پہ عرش کی جو نشانی تھا وہ حسینؑ
جو خلد کا امیر جوانی تھا وہ حسینؑ
جو اک سن جدید کا بانی تھا وہ حسینؑ
جس کا لہو تلاطم پنہاں لئے ہوئے
ہر بوند میں تھا نوح کا طوفاں لئے ہوئے

جو کاروان عزم کا رہبر تھا وہ حسینؑ
خود اپنے خون کا جو شناور تھا وہ حسینؑ
اک دین تازہ کا جو پیمبر تھا وہ حسینؑ
جو کربلا کا داور محشر تھا وہ حسینؑ
جس کی نظر پہ شیوۂ حق کا مدار تھا
جو روح انقلاب کا پروردگار تھا

ہاں اب بھی جو منارۂ عظمت ہے وہ حسینؑ
جس کی نگاہ مرگ حکومت ہے وہ حسینؑ
اب بھی جو محو درس بغاوت ہے وہ حسینؑ
آدم کی جو دلیل شرافت ہے وہ حسینؑ
واحد جو اک نمونہ ہے ذبح عظیم کا
شاہد ہے جو "خدا" کے مذاق سلیم کا

ہاں وہ حسینؑ جس کا ابد آشنا ثبات
کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے بھی یہ بات
یعنی درونِ پردۂ صدرنگ کائنات
اک کارساز ذہن ہے اک ذی شعور ذات
سجدوں سے کھینچتا ہے جو "مسجود" کی طرف
تھا جو اک اشارہ ہے "معبود" کی طرف

جس کا وجود عدل و مساوات کی مراد
جو کردگار امن تھا تکبیر جہاد
تحویل زندگی میں ہے دفع ہر فساد
قدرت کی اک امانت زریں ہے جس کی یاد
سوزاں ہے قلب خاک جو خون مبین سے
اک لو نکل رہی ہے ابھی تک زمین سے

عزت پہ جس نے سر کو فدا کر کے دم لیا
صدق و صداقت کو نبھا کر کے دم لیا
حق کو ابد کا تاج عطا کر کے دم لیا
جس نے یزیدیت کو فنا کر کے دم لیا
فتنوں کو جس پہ ناز تھا وہ دل بجھا دیا
جس نے چراغ دولت باطل بجھا دیا

عالم میں ہو چکا ہے مسلسل یہ تجربا
قوت ہی زندگی کی رہی ہے گرہ کشا
ہر ضعف کا ہمیشہ رہا ہے جھکا ہوا
ناطاقتی کی موت ہے طاقت کا سامنا
طاقت سی شے مگر خجل و بدنصیب تھی
ناطاقتی حسینؑ کی کتنی عجیب تھی

طاقت سی شے کو خاک میں جس نے ملا دیا
تختہ الٹ کے قصر حکومت کو ڈھا دیا
جس نے ہوا پہ رعب امارت اڑا دیا
ٹھوکر سے جس نے افسر شاہی گرا دیا
اس طرح جس سے ظلم پہ یہ کام ہو گیا
لفظ یزید داخل دشنام ہو گیا

پانی سے تین روز ہوئے جس کے لب نہ تر
تیغ و تبر کو سونپ دیا جس نے گھر کا گھر
جو مر گیا ضمیر کی عزت کے نام پر
ذلت کے آستاں پہ جھکایا مگر نہ سر
لی جس نے سانس رشتۂ شاہی کو توڑ کر
جس نے کلائی موت کی رکھ دی مروڑ کر

جس کی جبیں پہ کج ہے خود اپنے لہو کا تاج
جو مرگ و زندگی کا ہے اک طرفہ امتزاج
سر دے دیا مگر نہ دیا ظلم کو خراج
جس کے لہو نے رکھ لی تمام انبیاء کی لاج

سنتا نہ کوئی دہر میں صدق و صفا کی بات
جس مرد سرفروش نے رکھ لی خدا کی بات

ہر چند اہلِ جور نے چاہا یہ بارہا
ہو جائے محو یادِ شہیدانِ کربلا
باقی رہے نہ نام زمیں پر حسین کا
لیکن کسی کا زورِ عزیمت نہ چل سکا

عباس نامور کے لہو سے دھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا

یہ صبحِ انقلاب کی جو آج کل ہے ضو
یہ جو مچل رہی ہے صبا چھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغِ ظلم کی تھرا رہی ہے لو
در پردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو

حق کے بچھڑے ہوئے ہیں جو یہ ساز دوستو
یہ بھی اسی جری کی ہے آواز دوستو

جس کا ہجوم درد و غم سے یہ حال تھا
سینہ تھا پاش پاش جگر پائمال تھا
رخ پر تھا تشنگی کا دھواں دل نڈھال تھا
اس کرب میں بھی جس کو فقط یہ خیال تھا

آتش برس رہی ہے تو برسے خیام پر
آنے نہ پائے آنچ مگر حق کے نام پر

ہر چند ایک شاخِ چمن میں ہری نہ تھی
ماتھا عرق عرق تھا لبوں پر تری نہ تھی
باطل کی ان بلاؤں پہ بھی چاکری نہ تھی
یہ داوری تھی اصل میں پیغمبری نہ تھی

رنگ اڑ گیا حکومتِ بدعت شعار کا
عزمِ حسین عزم تھا پروردگار کا

تھی جس کے دوشِ پاک پہ اہلِ ولا کی لاش
انصارِ سرفروش کی لاش اقرباء کی لاش
عباس سے مجاہد تیغ آزما کی لاش
قاسم سے شاہزادۂ گلگوں قبا کی لاش

پھر بھی یہ حسن تھی صبر کی زلفوں سے بل نہ جائے
اس خوف سے کہ حق کا جنازہ نکل جائے

زار و نزار و تشنہ و مجروح و ناتواں
تنہا کھڑا ہوا تھا جو لاکھوں کے درمیاں
گھیرے تھے جس کو تیر و تبر ناوک و سناں
اور سو رہا تھا موت کے بستر پہ کارواں
اتنا نہ تھا کہ حق رفاقت سے کام لے
گرنے لگیں اگر تو کوئی بڑھ کے تھام لے

ہاں وہ حسینؑ خستہ و مجروح و ناتواں
ساکت کھڑا ہوا تھا جو لاشوں کے درمیاں
تکتا رہا سکون سے جو ہر ہم جاں
اکبر سے ماہ رو کی جوانی کی ہچکیاں
بے بے کی آرہی تھی صدا کائنات سے
پھر بھی قدم ہٹائے نہ راہ ثبات سے

ہاں اے حسینؑ تشنہ و رنجور السلام
اے میہمان عرصۂ بے نور السلام
اے شمع حلقۂ شب عاشور السلام
اے سینۂ حیات کے ناسور السلام
اے ساحل فرات کے پیاسے ترے نثار
اے آخری "نبیؐ" کے نواسے ترے نثار

ہاں اے حسینؑ بیکس و ناچار السلام
اے کشتگان عشق کے سردار السلام
اے سوگوار یاور و انصار السلام
اے کاروان مردہ کے سالار السلام
افسوس اے وطن سے نکالے ہوئے حسینؑ
اے فاطمہؑ کی گود کے پالے ہوئے حسینؑ

تو اور تیرے حلق پہ تلوار ہائے ہائے
زنجیر اور عابد بیمار ہائے ہائے
زینبؑ کا سر کھلے سر بازار ہائے ہائے
سر تیرا اور یزید کا دربار ہائے ہائے
انسان اس طرح اتر آئے عناد پر
لعنت خدا کی حشر تک ابن زیاد پر

تجھ سا شہید کون ہے عالم میں اے حسینؑ
تو ہے ہر ایک دیدۂ پرنم میں اے حسینؑ
زہاد ہی نہیں ہیں ترے غم میں اے حسینؑ
ہم رند بھی ہیں حلقۂ ماتم میں اے حسینؑ
آزاد جو خیال میں ہیں اور کلام میں
وہ بھی اسیر ہیں تری زلفوں کے دام میں

یوں تو درونِ سینۂ تاریخ روزگار
دولت ہے بے حساب جواہر ہیں بے شمار
لیکن ترا وجود ہے اے مردِ حق شعار
عزمِ بشر کی واحد و بے مثل یادگار
تکتا ہے تجھ کو وقت جہاں سوز دور سے
تو ہے بلند ضربِ سنین و شہور سے

اس باغِ دہر میں ہے تجھی سے رنگ و بو
یوں تو ہے ہر روش پہ اک انبارِ گفتگو
لیکن ہرا ہے گوشِ نگہبانِ راز جو
عالم میں صرف ایک سخن گفتنی ہے تو
مردانگی کے طور کا تنہا کلیم ہے
تو سینۂ حیات کا قلبِ سلیم ہے

اے رہبرِ جرأت و اے ہادیٔ غیور
تو حافظے کا ناز ہے تاریخ کا غرور
اب بھی ترے نشانِ قدم سے ہے وہ سرور
لوحِ جبینِ وقت پہ غلطاں ہے موجِ نور
تو ہے وہ مہرِ دفترِ عزم و ثبات پر
اب تک دمک رہی ہے جو پشتِ حیات پر

ہاں اے حسینؑ ابنِ علیؑ رہبرِ امام
اے منبرِ خودی کے حیات آفریں پیام
اے نطقِ زندگی کے مقدس ترین نام
اے چرخِ انقلاب کے ابرِ جواں خرام
غازہ ہے تیرا خون رخِ کائنات کا
ہر "قطرہ" کو "نور" ہے تاجِ حیات کا

جس بحرِ ظلم و جور کے گرداب میں تھا تو
نازل پہاڑ پہ ہو تو بن جائے آب جو
سینے میں ابر کے نہ رہے روحِ رنگ و بو
آہن کے جوہروں سے ٹپکنے لگے لہو
یخ تک بہ رنگِ آتشِ دوزخ دہک پڑے
ماتھے سے آگ کے بھی پسینہ ٹپک پڑے

اے تجربۂ بے حد و اے تیغِ بے نیام
اے حق نواز ابرِ حمیت بدوش امام
اے تیرگی کی بزم میں خورشید کے پیام
اے آسمانِ درسِ عمل کے مہِ تمام
روشن ردائے شام کی ظلمت ہی دین پہ
ہوتا نہ تو تو صبح نہ ہوتی زمین پہ

پھر حق ہے آفتاب لبِ بام اے حسینؑ
پھر بزمِ آب و گِل میں ہے کہرام اے حسینؑ
پھر زندگی ہے سست و سبک گام اے حسینؑ
پھر حریت ہے موردِ الزام اے حسینؑ

ذوقِ فساد و ولولۂ شر لئے ہوئے
پھر عصرِ نو کے شمر ہیں خنجر لئے ہوئے

ہاں خاتمِ حیاتِ ابد کا نگیں ہے تو
گردونِ گیر و دار کا مہرِ مبیں ہے تو
اک زندہ حدِ فاصلِ دنیا و دیں ہے تو
کونین کا تخیلِ عہد آفریں ہے تو

پھر دشتِ جنگ کو ہے ترا انتظار اُٹھ
اُٹھ روزگارِ تازہ کے پروردگار اُٹھ

مجروح پھر ہے عدل و مساوات کا شعار
اس بیسویں صدی میں ہے پھر طرفہ انتشار
پھر نائبِ یزید ہیں دُنیا کے شہر یار
پھر کربلائے نو سے ہے نوعِ بشر دوچار

اے زندگی جلالِ شہِ مشرقین دے
اس تازہ کربلا کو بھی عزمِ حسینؑ دے

پھر گرم ہے فساد کا بازار دوستو
سرمایہ پھر ہے بر سرِ آزار دوستو
تا کَے یہ خوفِ اندک و بسیار دوستو
تلوار ہاں اُٹھاؤ تلوار دوستو

جو تیز تر ہو خونِ امارت کو چاٹ کر
رکھ دے جو سیم و زر کے پہاڑوں کو کاٹ کر

بل کھا رہے ہیں دہر میں پھر سیم و زر کے ناگ
گونجے ہوئے ہیں گنبدِ گرداں میں غم کے راگ
پھر موت رخشِ زیست کی تھامے ہوئے ہے باگ
تا آسماں بلند ہو اے زندگی کی آگ

تختے کو اپنی آنچ کے جھولے میں جھونک دے
ہاں پھونک دے قبائے امارت کو پھونک دے

اے دوستو فرات کے پانی کا واسطہ
آلِ نبیؐ کی تشنہ دہانی کا واسطہ
شبیرؑ کے لہو کی روانی کا واسطہ
اکبرؑ کی ناتمام جوانی کا واسطہ

بڑھتی ہوئی جوان اُمنگوں سے کام لو
ہاں تھام لو حسینؑ کے دامن کو تھام لو

آئین کشمکش سے ہے دنیا کی زیب و زین
ہر گام ایک "بدر" ہو ہر سانس اک "حنین"
بڑھتے رہو یوں ہی پئے تسخیر مشرقین
سینوں میں بجلیاں ہوں زبانوں پہ "یاحسین"
تم حیدری ہو سینۂ اژدر کو پھاڑ دو
اس خیبر جدید کا در بھی اکھاڑ دو

جاری رہے کچھ اور یوں ہی کاوش ستیز
ہر وار بے پناہ ہو، ہر ضرب لرزہ خیز
وہ فوج ظلم و جور ہوئی مائل گریز
اے خون، اور گرم ہو اے نبض اور تیز
عفریت ظلم کانپ رہا ہے، اماں نہ پائے
دیو فساد ہانپ رہا ہے، اماں نہ پائے

تاخیر کا یہ وقت نہیں ہے ولا و دو
آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھو بڑھو
ایسے میں باڑھ پر ہے جوانی بڑھے چلو
گرجو مثال رعد، گرج کر برس پڑو
ہاں زخم خوردہ شیر کی ڈکار دوستو
جھنکار ذوالفقار کی جھنکار دوستو

اے حاملان آتش سوزاں، بڑھے چلو!
اے پیروان شاہ شہیداں، بڑھے چلو!
اے فاتحان صرصر و طوفاں، بڑھے چلو
اے صاحبان ہمت یزداں، بڑھے چلو!
تلوار شمر عصر کے سینے میں بھونک دو
ہاں بھونک دو، یزید کو دوزخ میں جھونک دو

دیکھو وہ ختم ظلم کی حد ہے، بڑھے چلو
اپنا ہی خود یہ وقت مدد ہے، بڑھے چلو
بڑھنے میں عزت اب و جد ہے بڑھے چلو
وہ سامنے حیات ابد ہے، بڑھے چلو
الٹے رہو کچھ اور یونہیں آستین کو
الٹی ہے آستیں تو پلٹ دو زمین کو

اے جانشین حیدر کرار المدد
اے منچلوں کے قافلہ سالار المدد
اے امر حق کی گرمیٔ بازار المدد
اے جنس زندگی کے خریدار المدد
دنیا تری نظیر شہادت لئے ہوئے
اب تک کھڑی ہے شمع ہدایت لئے ہوئے



موجد و مفکرؒ



مسکرا کر جب ہوئی طالع تمدن کی سحر
جنگلوں سے شہر کی جانب مڑی فکر بشر
رسائی آرزوئے بام چونکا ذوق دو
کشت خاک تار سے اگنے لگے شمس و قمر

خوشۂ حسن زمیں یوں ناز سے پکنے لگا
داب کر دانتوں میں انگلی آسماں تکنے لگا



جب اشاروں کو صدا بن کر نکھرنا آ گیا
اور صدا کو لفظ میں ڈھل کر ابھرنا آ گیا
لفظ کو پھر حرف بن کر گل کترنا آ گیا
خاک صامت کو بالآخر بات کرنا آ گیا

لب ہلے تو کشتیاں چلنے لگیں اعجاز کی
فکر انساں کو سواری مل گئی آواز کی

منتشر افراد کو مل جل کے رہنا آ گیا
آدمی کو اینٹ و آہن کی آنچ سہنا آ گیا
وقت کے دھارے کو بالترتیب بہنا آ گیا
مجلۂ احساس میں پھولوں کا گہنا آ گیا

ناز سے زلفِ لطافت کی گرہ کھلنے لگی
پھول کے کانٹے پہ روحِ گلستاں تلنے لگی

سر جھکایا جہل نے پھر علم کے دربار میں
دائرے بننے لگے جنبش ہوئی پرکار میں
آئینے کا ذوق جاگا خاطرِ زن گار میں
سبزۂ ارشاد لہکا گلشنِ گفتار میں

اور پھر سبزے کے تختوں میں روانی آ گئی
نوعِ انساں کی مَسیں بھیگیں جوانی آ گئی

شاہ راہِ عام ترشی مانگ نکلی شہر کی
روشنی کی موج نے اس مانگ میں افشاں چنی
تابِ افشاں جدولِ منقش میں ڈھل کر بہی
زندگی کی نبض ذوقِ سب روی چلنے لگی

سازِ شب سے نغمہ ہائے صبح دم پیدا ہوئے
بستیاں سڑنے لگیں گلیوں میں خم پیدا ہوئے

آرزوئے خانہ آرائی کی شمعیں جل اٹھیں
کن منا کر صنعتِ نوخیز نے آنکھیں ملیں
طفلکِ تعمیر نے بیونتی قبا، ماہ و طیں
سر پہ رکھ کر گنبدوں کے قمقمے ناچی زمیں

سنگریزے ناز سے ابھرے منارے بن گئے
گردشیں ذرّوں نے کچھ یوں لیں کہ تارے بن گئے

ہر نفس بڑھنے لگی پھر زندگی آتش بجاں
مے چکاں و مشک ریز و مہر بیز و مہ فشاں
پرفشاں جنباں جہاں، لرزاں رواں غلطاں دواں
نغمہ خواں گریاں خراماں خوش عناں جولاں تپاں

پتھروں کو پیستی شیشوں کو پگھلاتی ہوئی
کارخانوں کے دھوئیں میں پیچ و خم کھاتی ہوئی

خشک و تر کو جانچتی ارض و سماں کو بھانپتی
صبح کو مکھڑا دکھاتی شام کو منہ ڈھانپتی
دوڑتی بڑھتی، ٹھٹکتی، دندناتی، ہانپتی
گنگناتی، گھومتی، گھرتی، گرجتی، کانپتی

بربط تکرار تخلیقات پہ گاتی ہوئی
موت کو ٹھینگا دکھا کر ناز فرماتی ہوئی

آدمی میں رفتہ رفتہ آدمیت آ گئی
وضع میں تمکین جذبوں میں نزاکت آ گئی
بات میں تاثیر آنکھوں میں مروت آ گئی
روح فرسا اجنبیت میں اخوت آ گئی

شورہائے غم گساری کو بھڑکنا آ گیا
دل کو اوروں کی مصیبت میں دھڑکنا آ گیا

کہکشاں جھکی نظر چھونے لگی افلاک کو
فکر بہلانے لگی اجرام حیرت ناک کو
اور پھر گیتی کی جانب موڑ کر ادراک کو
آدمی گننے لگا ضربات نبض خاک کو

ذہن کے میزان میں تابانیاں تلنے لگیں
چادر ارض و سماں کی سلوٹیں کھلنے لگیں

ساعتوں کو کوک بھرتے ہی روانی مل گئی
ہر دقیقے کو منظم پرفشانی مل گئی
گنگ لمحوں کو گجر کی نغمہ خوانی مل گئی
عمر کے دھارے کو لوہے کی کمانی مل گئی

سوئیوں کی رو میں لمحوں کو چلنا آ گیا
وقت کو آغوشِ آہن میں چلنا آ گیا



ناز سے جزو مکاں بن کر زماں گانے لگا
طائروں کا ذکر کیا خود آشیاں گانے لگا
زمزمے چھیڑے زمیں نے آسماں گانے لگا
چمنیوں میں کارخانوں کا دھواں گانے لگا

حوصلے نوعِ بشر کے ناز فرمانے لگے
ہات باندھے آب و آتش کے خواص آنے لگے

دیدہ و رخسار اور گوش و زباں کے درمیاں
فاصلوں کی چھٹ گئیں طنبیں بایں بعدِ مکاں
ایک دریا نے ہم آغوشی ہوا گویا رواں
آ گیا کھنچ کر بالآخر ایک مرکز پر جہاں

اور یوں آواز محوِ قطعِ منزل ہو گئی
عکس کو بھی قوتِ پرواز حاصل ہو گئی



آتشیں پوشاک پہنی عالمِ ایجاد نے
موم کی گردن میں بانہیں ڈال دیں فولاد نے
برف چکی سرد کاندھے پہ شرارے لاد نے
ٹوپیاں بدلیں بصد اخلاص برق و باد نے

دوڑتے آئے یکا یک باہمی امداد کو
یوں اکائی نے پکارا منتشر اعداد کو

شعلگی کے نقطہ ہائے شور تک اولے گئے
سطح بنیادی پہ تاروں کے گہر رولے گئے
سائے تک ناپے گئے اور عکس تک تولے گئے
انجم و ذرات کے بند قبا کھولے گئے

عرش تک فرشِ زمیں کی ہمت عالی گئی
شعلہ و شبنم میں بل دے کر گرہ ڈالی گئی



ذوق گھرا کہکشانی بام و در بجنے لگے
نگر بجے آئینے قطرے گہر بجنے لگے
رق پارے مرغ ہائے نامہ بر بجنے لگے
آتی اعصاب ڈھل کر بال و پر بجنے لگے

زندگی روحِ ثریا کی طرف جانے لگی
قلبِ انجم کے دھڑکنے کی صدا آنے لگی

اس زمیں کی سمت موڑی یوں کدالوں نے عناں
ارض کے طبقات کو آنے لگیں انگڑائیاں
پردۂ ظلمات سے جھانکے رموزِ این و آں
ہڈیوں نے اپنے ڈھانچوں کی سنائی داستاں

تنگ غاروں میں ہوا چلنے لگی پو پھٹ گئی
خفتگانِ خاک کے سر سے دلائی ہٹ گئی



تنگ غاروں سے سلاطینِ کہن پیدا ہوئے
باپ گل ریشوں سے ماضی کے چمن پیدا ہوئے
بت کدوں نے آنکھ کھولی برہمن پیدا ہوئے
خاک کی خوش بو اڑی گل پیرہن پیدا ہوئے

مردہ پروانوں نے آہ سرد بھر کر بات کی
کشتہ شمعوں نے سنائیں داستانیں رات کی

چھیڑ کر ذرّوں کے بربط گنگنایا خاک داں
آ گئی جنبش میں خواب آگیں چٹانوں کی زباں
بول اٹھیں سنگِ خارا کی مرتب دھاریاں
گونج اٹھی مردہ قرنوں کی پرانی داستاں

نصب ہر ذرے میں اک پھولوں کا ڈیرا ہو گیا
شام تیرہ ارض کے گھر میں سویرا ہو گیا

وہ جو اوجھل ہو چکے تھے سامنے آنے لگے
گل رخانِ دورِ پیشیں بال بکھرانے لگے
جو مغنی مل چکے تھے خاک میں گانے لگے
خستہ ماہ و سال اک اک پور چٹخانے لگے

چادرِ ذوقِ تجسس میں رفو کرنے لگے
دورہائے سنگ و آہن گفتگو کرنے لگے

دیدۂ بیدار کی مانند کانیں کھل گئیں
جاگ اٹھے بازارِ ماضی کی دکانیں کھل گئیں
عصر ہائے مہر برلب کی زبانیں کھل گئیں
گردنِ تاریخِ جاں کی ریسمانیں کھل گئیں

بڑھ گئے کچھ اور پردے آگہی کے ساز میں
سن بتایا خاک نے اپنا تھکی آواز میں

سینۂ آہن سے اٹھی موجِ شمشیر و قلم
خاک میں جاگے نقوشِ دیر و ایوانِ حرم
وادیوں میں جھن جھنایا زمزموں کا زیر و بم
کروٹیں لینے لگے پتھر میں بے ترشے صنم

قلبِ ذرہ میں بسے گلشن چٹکیاں لینے لگے
موتیوں کو ریشمی ڈورے صدا دینے لگے

تار پہ مضراب تھرائی فضا پہ راگنی
چھائی عشووں کی گھٹا چھٹکی ادا کی چاندنی
ناز کی پھوٹی کرن انداز کی چٹکی کلی
دل ربائی نے ملیں آنکھیں دلوں سے لو اٹھی

جنبشِ مژگاں، جنوں کی کشتیاں کھینے لگی
چبھ گئے نشتر رگِ ہستی لہو دینے لگی



نرگسِ بیمار کو طرزِ تکلم آ گیا
وہ تکلم جس سے ہونٹوں پر تبسم آ گیا
وہ تبسم جو لئے موجِ ترنم آ گیا
وہ ترنم جس سے دنیا میں تلاطم آ گیا

وہ تلاطم خون میں جس سے روانی آ گئی
وہ روانی بادہ پر جس سے جوانی آ گئی

ناز سے مژگاں ہستی کو جھپکنا آ گیا
آرزو کو وقت کے سینے میں پکنا آ گیا
زندگی کو لوریاں دینا تھپکنا آ گیا
ولولوں پر رس کی بوندوں کو ٹپکنا آ گیا

روزِ باراں و شبِ مے کا مزا چکھنے لگیں
فرشِ محفل پر تمنائیں قدم رکھنے لگیں



بن گیا گلفام ہر اک پارۂ فولاد و سنگ
ذوقِ رنگینی سے ابھرے نقش ہائے رنگ رنگ
جھوم اُٹھے ارمان بجی آرزو کی ترنگ
موتیے کی طرح مہکا مہوشوں کا انگ انگ

بند ہونے غرفہ ہائے سیم و زر کھلنے لگے
ہر طرف گویا صنم خانوں کے در کھلنے لگے

ین فولاد تشریف کتاں بننے لگا
ر کا افشردہ آب جاوداں بننے لگا
یشہ یوں پگھلا حریر و پرنیاں بننے لگا
ک یوں ترشا کہ رخسار بتاں بننے لگا

بوتریاں کھنکیں، نقاب اٹھی عذار حور سے
بنت چنگ و رنگ چھائی غرفۂ انگور سے

ر درخشاں فکر کی یوں خاک پر برسی شراب
ستوں کی کوکھ سے پیدا ہوئے سو ماہتاب
ر اڑایا علم نے وہ کوکب اجرام یاب
اں کی رو میں اٹھ رہی ہے ماہتاباں کی نقاب

شور برپا ہے کہ میر آگہی آنے کو ہے
آسماں پر غلغلے ہیں آدمی آنے کو ہے

جب قدرت صید میں بھر کر قوائے کائنات
اہل غرق و برق نے دم کا دیا روئے حیات
ایک اک قطرے کے عقدے سے نچوڑے سو نکات
ایک اک ذرے کے حلقے سے ابھارے سو جہات

ایک اک گوشے سے پہناور جہاں پیدا کیے
کالی کے پلو سے لاکھوں گلستاں پیدا کیے

شکر یہ کیوں کر ادا ہو اہل ایجادات کا
ایک دریا بہہ رہا ہے طرفہ مصنوعات کا
جگمگا اٹھا ہے دن کی طرح کھوا رات کا
جسم آہن میں رواں ہے خون احساسات کا

یوں انہوں نے جزو خاک اپنا پسینہ کر دیا
دھات کے آلات کو دانا و بینا کر دیا

جو ذرا ایجاد کرنے میں ہوا تھا کامیاب
عظمتیں غلطاں ہیں اس کے گرد بے حد و حساب
پرفشاں پنکھے کی ہر گردش پہ فیضِ اضطراب
جیب میں ڈالے ہوئے ہے سو طوافوں کا ثواب

وقت اس کے زیر و بم سے حلقۂ جولاں میں ہے
سو سلیمانوں کی ضو اس خاتمِ رقصاں میں ہے

صاحبانِ علم و فن ہیں محسنانِ زندگی
ورنہ اب تک ٹھوکروں کی زد پہ ہوتا "آدمی"
ان کے ذوقِ جستجو پر جھلکیاں ہیں غیب کی
یہ وہ ماتھے ہیں نہیں اٹھتے جو سجدوں سے کبھی

ان میں سے ہر فرد اویسِ قرنی و حلاج ہے
سر کا زانو تک پہنچ جانا یہاں معراج ہے

ان کے آگے موسموں کی سختیاں ہیں شرمسار
کھیلتے رہتے ہیں یہ وحشی عناصر کا شکار
ہاں انھیں کی کارسازی سے بصد عز و وقار
ہم ہیں آب و خاک کے مولیٰ ہوا کے شہریار

رعب ہے اپنا مسلط کشورِ اضداد پر
کاٹھیاں رکھی ہوئی ہیں پشتِ برق و باد پر

ان کے حسبِ آرزو مظروف بن جاتا ہے ظرف
قطرہ بنتا ہے حباب ذرہ بنتا ہے شگرف
آگ بن جاتا ہے پانی برق بن جاتی ہے برف
ان کے دم سے دوڑتا ہے رشتۂ آہن پہ حرف

جب بیا اڑتے ہیں رواں جلووں کا دامن تھامتے
کانپتے ہیں ثابت و سیاراں کے سامنے

...ن میں کوئی خود نوازی کے لئے کوشاں نہیں
...رف اک خدمت کی دھن ہے دوسرا ارماں نہیں
...ک کھائیں کچھ عبادت سے یہ وہ انساں نہیں
... خدایا آدمی سے اجر کے خواہاں نہیں

حسن کے خلاق آب و رنگ کے بانی ہیں یہ
شہر یار کشور اجلال انسانی ہیں یہ



مفکر

ارباب حکمت و ہدایت

پارۂ دوم

دل کو لیکن سخت استعجاب ہے اے ہم نشیں
اتنے احسانات کے باوصف یہ روشن جبیں
بن نہ پائے زیر سقف آسماں صدر نشیں
اور تو اور آدمی کے حافظے تک میں نہیں

نام ان کا دہر کے آفاق بینوں میں نہیں
یہ نگینوں میں تو ہے موجود سینوں میں نہیں



یہ بظاہر ہے بڑی احساں فراموشی کی بات
حافظوں سے محو ہو جائیں یہ دیران حیات
کون سلجھائے مگر خم ہائے زلف نفسیات
صرف اسے انساں سمجھتا ہے امیر کائنات

موڑ کر ذہن بشر کو گلستانوں کی طرف
جو اڑاتا ہے زمیں کو آسمانوں کی طرف

بے شک ایجادات و مصنوعات کی رخشندگی
...اک پر برسا چکی ہے بے نہایت روشنی
...وشنی بھی وہ کہ جس سے وجود میں ہے زندگی
...معنوی خدمت کی لیکن بات ہے کچھ اور ہی

گھر کو جو چمکائے وہ شمع شبستاں اور ہے
سر کو جو رخشندہ کر دے وہ چراغاں اور ہے

...آسمانِ زندگی پر ذہنِ تاباں کا ہلال
...مصر کے بازار میں جس طرح یوسف کا جمال
...عقل اگر گم ہو تو شمع کشتہ ہے ماضی و حال
...ش ہے انساں اگر چلتی نہیں نبض خیال

دارو درماں سے مردوں کا جلانا اور ہے
زندہ انسانوں کو قبروں سے اٹھانا اور ہے

دامن جنت کا پھولوں میں بسانا اور ہے
ایک اک کانٹے کے دل میں ڈوب جانا اور ہے
نخل تن کا سرو بالا قد بڑھانا اور ہے
قامت دین و تخیل کا بڑھانا اور ہے

بعد ہائے بحر و بر کے پر کترنا اور ہے
ارتقائی فاصلوں کا قطع کرنا اور ہے

گنبد افلاک پر اڑنا اڑانا اور ہے
زندگی کا گن سنا کر مسکرانا اور ہے
ثابت و سیار کو قبضے میں لانا اور ہے
آدمی سے آدمی کا چونک جانا اور ہے

کھیتی و گردوں کی پہنائی پہ چھانا اور ہے
اس گھنے جنگل میں خود اپنے کو پانا اور ہے

...ع انسانی کو دے سکتا نہیں جو روشنی
...ع انسانی کا آقا وہ نہیں بنتا کبھی
...ی کو جو غذا دیتا نہیں اخلاص کی
...وں کا مقتدا بنتا نہیں وہ آدمی

قبلہ گاہ اس شخص کو انساں بنا سکتا نہیں
جو بشر کے ذہن کو آگے بڑھا سکتا نہیں

...ہ کی رگ میں جو دوڑاتا ہے خونِ کہکشاں
...ولتا ہے خار کے دل میں جو بابِ گلستاں
...وغِ الفتی ہے رگِ گردن میں جس کی داستاں
...و بنتا ہے اسی کا نام زیرِ آسماں

شمع رکھتا ہے جو قصرِ ہندستاں کی طاق میں
تا قیامت گونجتا ہے گنبدِ آفاق میں

سو بنا ہے جو قلندر کو کلاہِ قیصری
جو بناتا ہے زمیں کو آسماں کا مشتری
چاکری کے سر پہ رکھتا ہے جو تاجِ سروری
بندگی کو بخشتا ہے جو مزاجِ داوری

کھولتا ہے بابِ خودیابی جو یوں انسان پر
ابنِ آدم جھومنے لگتا ہے اپنی شان پر

جو عمل کے طاق میں رکھتا ہے شمعِ اعتدال
ڈالتا ہے خنجرِ برّاں پہ جو عکسِ ہلال
بخشتا ہے عارضِ احساس کو جو خدوخال
جس کے دم سے سانس لینا سیکھ جاتا ہے خیال

نور برساتا ہے جو یوں عالمِ ابصار پر
صبح ہو جاتی ہے طالع مطلعِ افکار پر

…م بدنظمی کو دیتا ہے جو حکم انتظام
…دل میں نصب کرتا ہے جو دانش کے خیام
…تا ہے دستِ فطرت میں جو طرحِ سقف و بام
…تا ہے جسمِ حکمت کو جو اعصابی قوام

فکر و فعل و قول پر رہتا ہے جو چھایا ہوا
جگمگا اٹھتا ہے جس سے قلب گہنایا ہوا

…سے جو موڑتا ہے جادہ ہائے نفسیات
…بدل دیتا ہے آب و رنگِ تصویرِ صفات
…سے بن جاتا ہے تعمیری تصورِ حیات
…سے تنہائی میں روحِ زندگی کرتی ہے بات

محفلِ آفاق میں تابندہ رہتا ہے وہی
نفسِ عالم گیر بن کر زندہ رہتا ہے وہی

جو سکھاتا ہے کُلِ علم تخیل و ذرنگ
جو حَکم ہوتا ہے مابین امورِ صلح و جنگ
جس کو چھو کر پنکھڑی کا روپ بھر لیتا ہے رنگ
بخشتا ہے جو نقوشِ فکر کو ترتیبِ رنگ

جھوم کر بادل کی صورت خیمۂ اخلاق پر
پھول برساتا ہے جو تاریخ کے اوراق پر

مرحمت کرتا ہے سینوں کو دوبارہ جو جگر
وقتِ سارق سے متاعِ بردۂ دل چھین کر
نوعِ انساں کو عطا کرتا ہے جو بارِ دگر
آدمی کے دیدۂ باطن کی سرو قد نظر

نور برآمد کرکے جیبِ ذرہ سے ایقان کو
بخشتا ہے بانکا انسان جو انسان کو

لا ہے جو نئے سانچوں میں آئین جہاں
عطا کرتا ہے فکر تازہ کو چشم وزباں
ل کے کالبد میں نبض کرتا ہے رواں
ا ہے جو تخیل کے بدن کو ارغواں

دن بنا کر خود پرستی کی اندھیری رات کو
جو سکھاتا ہے خرام ناز احساسات کو

ہے جو فن سے قلب انساں کو دمک
ے لعل فخر کو سینوں میں بجتے ہیں دھنک
وں ذی ہوش انسانوں کو وقت مرگ تک
ں آتی ہے اپنی سانس سے جس کی مہک

انشراح صدر کی مہندی لگا کر پاؤں میں
ہنستی ہے زندگی جس کی نظر کی چھاؤں میں

ولولوں کی تیغ کو دیتا ہے جو آب گہر
جس کے روشن سائے میں پروان چڑھتی ہے نظر
جس کے لہجے میں کندھے ہوتے ہیں ہوش و فکر
جس کے لفظوں کے افق پر جگمگاتی ہے سحر

نام رہتا ہے اسی کا خاطر ممنون میں
جس کے فقرے دوڑتے ہیں آدمی کے خون میں

بخشتا ہے معتدل فکر و عمل کو جو وقار
آندھیوں کو جو بناتا ہے نسیم لالہ زار
جس کے ابر نطق سے پاتی ہے حیرت برگ و بار
معنوی آبائے انسانی میں ہوتا ہے شمار

بارشیں قرنوں کی اس کا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں اس کے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

حسین

پارۂ سوم

یں آبائے انسانی میں اک مردِ جلیل
عالم، امامِ عصر، امیرِ بے عدیل
موجِ کوثر، آبروئے سلسبیل
جلیل جانِ مصطفیٰ نازِ خلیل

محورِ گیتی و گردوں مرکزِ دنیا و دیں
مہبطِ آوازِ حق مخدومِ جبرئیل امیں

ارباب حوادث، شارحِ دینِ وفا
جنسِ ہدایت، مصدرِ صدق و صفا
ب امر قدر سلطانِ آئینِ قضا
گل پیرہن شہزادۂ رنگیں قبا

کردگارِ عصرِ عرفاں، شہر یارِ زندگی
سجدۂ حق فاتحِ مرگ انکارِ زندگی

ماہِ ایماں راہِ عرفاں شاہِ احساں جاہِ دیں
شانِ حق آنِ کرم جانِ صفا کانِ یقیں
پورِ حیدر، صورِ یزداں، نورِ جاں، طورِ جبیں
آبِ ایقاں بابِ ضوتابِ فلک و لبِ زمیں

اوجِ بامِ دل نوازی موجِ بحرِ التفات
بدرِ چرخِ سرفروشی صدرِ بزمِ کائنات

عالمِ اسرار عالم عارفِ ذات و صفات
ناظمِ شہرِ ثقافت ناشرِ اخلاقیات
ناصرِ حق پیکرِ آئین دستورِ نجات
نازشِ تاریخ میرِ وقت و دارائے حیات

حرفِ دیں نطقِ مبیں وردِ عمل فخرِ ملل
بربطِ دستِ مشیت نغمہ سازِ ازل

مہر شہادت مشرق ماہ شہود
اوضاع ہستی معنی حرف وجود
اشراق معراج بشر موج صعود
طاف محراب کرم میزان جود

مظہر حسن گل شمع حریم حیدریؔ
مورث اقتاب عالم وارث پیغمبری

خوددار شبنم طبع صفدر بردبار
یاں شام گستر روز در شب زندہ دار
وب اورنگ سوز ایواں شکن سلطاں شکار
اجلال پیغمبر حشم یزداں وقار

جامع ابرتی سخاں صاحب سیف وقلم
چتر حق بالائے سرتاج شہاں زیر قدم

شمع عرفاں آفتاب رشد قندیل اصول
مشعل باب نبوت کعبۂ حسن قبول
بوستان مرتضٰی فردوس آغوش بتولؓ
زینت اورنگ قدرت راکب دوش رسولؐ

اسم اعظم در بغل گل ہائے عرفاں درکلاہ
خلد برکف آسماں بردوش کرسی برنگاہ

عصرِ حسینؑ
پارۂ رابع

…اس کے دور میں گیتی پہ چھایا تھا جنوں
…ی پہ چل گیا تھا حبِ دولت کا فسوں
…رہے تھے منبروں پہ سیم و زر کے ارغنوں
…ے آور ہو گئی تھی دین پر دنیائے دوں

ظلمتوں کے ٹھٹ لگے تھے روشنی کے سامنے
موت منہ کھولے کھڑی تھی زندگی کے سامنے



…ر کے قاعدے سود و زیاں کے ضابطے
…ت کے محکم اصول انسانیت کے مسئلے
…ـ و کم کی مشعلیں اقدار نازک کے دیے
…واد باد پہ رکھے ہوئے تھے دیر سے

بڑھ چلے تھے برق رو طوفاں سفینوں کی طرف
اٹھ رہے تھے سنگروں گھن آبگینوں کی طرف

جمع تھے گنجِ ہدایت میں جو معنی کے گہر
علم و حلم و بذل و فضل و رافت و فکر و نظر
روشن آوازوں کے انجم شستہ لحنوں کے قمر
آ رہی تھی آنچ ان کل سکہ ہائے نور پر

ظاہری بے چین تھی کروٹ بدلنے کے لئے
شعلہ جھپٹا تھا شگوفوں کو نگلنے کے لئے



لیلیِ حق کے اجاڑے جا رہے تھے خد و خال
مصحفِ دوراں کے پھاڑے جا رہے تھے ماہ و سال
نعرہ ہائے شہریاری نے بذوقِ جاہ و مال
چھین لی تھی گوشِ انسانی سے آوازِ بلال

لے رہی تھی پینگ تاریکی دلوں کے شہر میں
بہہ رہی تھی دھوپ صلح و آشتی کی نہر میں

شاہی میں جھنجوڑی جا رہی تھی زندگی
ت وحشت سے جھنجوڑی جا رہی تھی زندگی
ت کی خاطر نچوڑی جا رہی تھی زندگی
ے تاج و تخت موڑی جا رہی تھی زندگی

اور جھوڑا جا رہا تھا زندگی کے باغ کو
توڑ کر موتی کھلائے جا رہے تھے زاغ کو

گئے تھے ہر روش پر رشد کے نقش قدم
ٹ رہا تھا بہترین اوصاف کو یوم ودم
وزن تھا قصر کی صولت پہ دولت کا بھرم
شاں تھا خود حرم کے بام پر شاہی علم

پل پڑا تھا لشکر حیوانیت انسان پر
پاؤں رکھا جا چکی تھی خسروی قرآن پر

گھر چکی تھی تیرگی کی یورشوں میں شمع طور
شعلہ ہائے روشنی ہونے ہی کو تھے چور چور
رذیلوں کی حکمرانی تھی زمیں پہ دور دور
مل رہے تھے قصر ہائے مقبلان ذی شعور

پختہ کاران جہاں بھی صید فکر خام تھے
انبیا عرش بریں پہ لرزہ براندام تھے

تیرگی کی جیب میں تھی دولت شمس و قمر
جل رہا تھا خانۂ دیرینۂ فکر و نظر
زندگی پہ یوں جہنم کا تسلط دیکھ کر
اک عظیم انسان بہر خدمت نوع بشر

رنگ بھرنے زندگی کے نقش میں قانون کا
دوش پہ لے کر سبو آیا خود اپنے خون کا

اور زوالِ جہاں بانی

پارۂ خامس

...ں کے ہر قطرے میں تھی قلزم کی طغیانی وہ خون
...جس کی راہ میں تھا کوہ سلطانی وہ خون
...ں کے آگے خسروی کی آگ تھی پانی وہ خون
...ں ہو کر رہ گئی جس میں جہاں بانی وہ خون

جس کی موجوں میں خم تیغ و مزاج سنگ تھا
نوح کا طوفان جس کے دبدبے سے دنگ تھا

...ے عزم و اعلان صداقت تھا وہ خون
...راغ حکمت و شمع ہدایت تھا وہ خون
...ت پر جو آبشار آدمیت تھا وہ خون
...ل انسانیت کا غسل صحت تھا وہ خون

جس نے ظلمت کو خیابان چراغاں کر دیا
کفر پر وہ رنگ برسایا کہ ایماں کر دیا

جو طبیب و چارہ ساز نوعِ انساں تھا وہ خون
گردن قاتل پہ جو شمشیر براں تھا وہ خون
ساغر مقتول میں جو آبِ حیواں تھا وہ خون
جو نبوت کے ادارے کا نگہباں تھا وہ خون

عرصۂ آفاق جس کی وسعتوں پر تنگ تھا
جس کے پرتو سے رخ پیغمبری گل رنگ تھا

جس میں غلطیدہ و تھا موج روح انسانی وہ خون
جس میں تھی روح الامیں کی بال جنبانی وہ خون
جس میں تھی مہر نبوت کی درخشانی وہ خون
دیکھتے تھے جس میں منہ آیاتِ قرآنی وہ خون

جس کی ہر اک بوند میں طوفان صد آہنگ تھا
جس میں روئے مرتضیٰؑ و مصطفیٰؐ کا رنگ تھا

غ پہ مانند ابر کعبہ جو چھایا وہ خون
یا نے زوجِ نوعِ انسانی کو چونکایا وہ خون
بے قرآن کو ساحل پہ جو لایا وہ خون
شیت کے جو آڑے وقت کام آیا وہ خون

کاٹ کر باطل کا سر اپنی انوکھی دھار سے
جس نے یزداں کو بچایا اہرمن کے وار سے

شبیر کی جس میں نوحہ خوانی تھی وہ خون
ب و کلثوم کی جس میں کہانی تھی وہ خون
ں سے بچے کی جس میں بے زبانی تھی وہ خون
م و اکبرؑ کی جس سے نوجوانی تھی وہ خون

جس کی ہر اک بوند میں یادِ علم بردار تھی
جس سے اک بیمار کی زنجیر میں جھنکار تھی

ہاں اسی کی رو میں روحِ صفدری آگے بڑھی
خامشی کانپی، نشید حیدری آگے بڑھی
تھرتھرائیں ظلمتیں، تیغِ شبیری آگے بڑھی
جگمگائی صبح تابِ داوری آگے بڑھی

اس زمیں کو داد اوجِ آسماں دینے لگا
ذرہ ذرہ قبلہ رو ہو کر اذاں دینے لگا

ہیبتِ حق، دہشت انگیزوں پہ طاری ہو گئی
ہر پلک آنکھیں جھپکیں ڈر کر تو بھاری ہو گئی
تاجداری کی جلالت غرقِ خواری ہو گئی
پارہ پارہ آبروئے شہریاری ہو گئی

خون کے بادل اٹھے قلعوں کی جانب مڑ گئے
اور یوں برسے پہاڑوں کے پرخچے اڑ گئے

…لم بن گیا ہر نوید فتح و ظفر
…ق سے دڑ لے خود ہو گئے زیر و زبر
…ں تکمیل سے ابھری شکستِ بام و در
شاہنشاہ پر کفن بن گئی قندیل زر

گردنیں خود اپنی ہی تیغوں سے کٹ کر رہ گئیں
کشتیاں ساحل پہ آتے ہی الٹ کر رہ گئیں

…ان آب دسا غرِ دشت و صحرا بن گئے
…ان تشنہ لب تسلیم و طوبیٰ بن گئے
…ر صید مرگ صبر پیا بن گئے
…و بے جان تھے رشکِ مسیحا بن گئے

کیا غضب ہے جو ڈراتے تھے وہ خود ہی ڈر گئے
یہ عجب ہے جی اٹھے مقتول قاتل مر گئے

یوں بجھا کر رکھ دیئے آہوں نے دولت کے دیئے
آنسوؤں میں بہہ گئے طبل و علم کے دبدبے
بیڑیوں کی گونج سے ایوان تھرانے لگے
ایک بی بی کی خطابت نے وہ ڈالے زلزلے

اشکِ خوں روشن ہوئے نظروں سے تارے گر گئے
خاک پر قصرِ حکومت کے منارے گر گئے

گوہر خوش آب نے شعلے کو پانی کر دیا
ضعف نے طاقت کو صیدِ ناتوانی کر دیا
فقر نے دولت کو محوِ نوحہ خوانی کر دیا
دین نے دنیا کو وقفِ سرگرانی کر دیا

صرف اک تحریر نے ظلمت کی خندق پاٹ دی
ہتھکڑی کی دھار نے لوہے کی گردن کاٹ دی

منافقین و اسلام

دوم
پارۂ خامس

ں دل سے کہہ رہی ہے یہ مورخ کی زباں
پیغمبر ہوئی تھیں کس طرح سرگوشیاں
گیا تھا ہر طرف کس طرح دولت کا دھواں
د بے پاؤں چلے تھے سازشوں کے کارواں

اب بھی ان امواج میں ڈوبی پڑی ہے کربلا
ہاں انھیں کی ایک تاریخی کڑی ہے کربلا

بلا میں امرِ حق کی برتری سے جنگ تھی
ت نانِ ضمیرِ حیدری سے جنگ تھی
ت دیرینۂ پیغمبری سے جنگ تھی
ں کا قرآں میں ہے ذکر اس داوری سے جنگ تھی

کب نفاق اربابِ حق سے برسرِ پیکار تھا
وہ خدا پر آخری لات وہبل کا وار تھا

کفر نے کاٹا نہیں تھا مصحفِ ناطق کا سر
اصل میں قرآن وہ پھینکا گیا تھا پھاڑ کر
حملہ آور ابنِ حیدر پر نہ تھے اربابِ شر
ضرب تھی وہ اصل میں اسلام کی بنیاد پر

چند جاں بازوں کی جانب رخ نہ تھا آفات کا
دن پہ وہ دراصل دھاوا تھا اندھیری رات کا

وہ نہ تھا اقتدارِ ملتِ حق کا صوتی ارتعاش
مصطفیٰؐ سے دشمنی کا وہ ہوا تھا راز فاش
خیمۂ شبیر کو گھیرے نہیں تھے بدقماش
گردنِ حق کے لئے تھی ریسماں کی وہ تلاش

اشقیاء جھپٹے نہ تھے ابنِ شہِ لولاک پر
اصل میں بت آستینوں سے گرے تھے خاک پر

اے محبانِ حسین

…ر بھی ہے محبانِ حسین دور میں
…ے شبیرِ بیت کے دائرے میں انجمن
… مرشدِ حق پرور و مہر آفریں
…یار مرگ ہے بازیچۂ طفلاں نہیں

زہر سے لبریز ہے جام حسین ابن علی
جان دینا ہو تو لو نام حسین ابن علی

…سلطانی کو ٹھکراؤ تو لو نام حسین
…رن میں نہ گھبراؤ تو لو نام حسین
…ں کی پیاس بجھاؤ تو لو نام حسین
…کی چھاتی پر چڑھ جاؤ تو لو نام حسین

حلق سے تیغوں کا منہ موڑو تو لو نام حسین
برگ سے فولاد کو توڑو تو لو نام حسین

خود پہ باب تشنگی کھولو تو لو نام حسین
دل کو برق و رعد میں تولو تو لو نام حسین
دوست دارِ دشمناں ہو لو تو لو نام حسین
تیغ کے نیچے بھی سچ بولو تو لو نام حسین

ظلم کی تعمیر کو ڈھا دو تو لو نام حسین
شمع سے آندھی کو ٹکرا دو تو لو نام حسین

خود کو تیغوں کی طرف ریلو تو لو نام حسین
مسکرا کر آگ سے کھیلو تو لو نام حسین
جاں گسل سختیاں جھیلو تو لو نام حسین
دل اپنا امتحاں لے لو تو لو نام حسین

ہاں پرکھ لو خوب ہمت کو تو لو نام حسین
جانچ لو اپنی شرافت کو تو لو نام حسین

…ادی پہ اتراؤ تو لو نام حسین
… پہ ناز فرماؤ تو لو نام حسین
…ے ٹکڑوں کو گھپاؤ تو لو نام حسین
…اک بے شیر کو لاؤ تو لو نام حسین

بے کسی کی موت لعنت ہو تو لو نام حسین
دھوپ میں سونے کی ہمت ہو تو لو نام حسین

…ستور پہ جو مر کٹا سکتا نہیں
…پنے ہی چراغوں کو بجھا سکتا نہیں
…بیٹے کو جو میداں میں آ سکتا نہیں
…وا پنے کاندھے پر اٹھا سکتا نہیں

ہاں خود اپنے خون میں کشتی جو کھے سکتا نہیں
وہ حسین ابن علی کا نام لے سکتا نہیں

اے حسینؑ

پارہ سادس

اے حسین ابن علی اے خسرو روحانیاں
اے دماغ پختہ کی آواز اے دل کی زباں
اے شہ ملک ابد اے راکب عصر رواں
موت سے تیری اجل ہے حیات جاوداں

تو ازل سے تا ابد پھیلا ہوا منشور ہے
اے کہ تیرا وقت کے دونوں سروں پر نور ہے

کر دیا تو نے یہ ثابت اے دلاور آدمی
زندگی کیا موت سے لیتا ہے ٹکر آدمی
کاٹ سکتا ہے رگ گردن سے خنجر آدمی
لشکروں کو روند سکتے ہیں بہتر آدمی

ضعف ڈھا سکتا ہے قصر افسر و اورنگ کو
آبگینے توڑ سکتے ہیں حصار سنگ کو

... یہ تیری ہیں اتنی عظمتوں کے کارواں
... کرتی ہے بڑھ کر سلامی صولت ہفت آسماں
... ترے سر پہ ہے گرداں چتر مہر جاوداں
... ہیں تاج فتح و ظفر کی تابانیاں

تو بشر کی ہمت عالی کا وہ اعجاز ہے
جس پہ یزداں و بشر دونوں کو اب تک ناز ہے

... ارادے کرتے پلٹا تا جو سوئے آب جو
... ب انسان مر جاتا بھٹک کر کو بہ کو
... دنیا کو بتاتے آرزو کے رنگ و بو
... ن کی سمت مڑ جاتا اگر ہوتا نہ تو

اس زمین پر کھینچ کر تو نے حدیں آئین کی
زلزلوں کی پشت پر رکھ دی بنا تمکین کی

پرتو آیات ہے تیرے دل حساس پر
تو گہر افشاں قلم ہے کوثریں قرطاس پر
زندگی ٹھہری ہے تیرے خون کی مقیاس پر
کشتیٔ ایثار چلتی ہے ترے انفاس پر

کاروان ارتقا کا رہبر کامل ہے تو
سینۂ گیتی و گردوں کا دھڑکتا دل ہے تو



تیری سوچ نطق میں ہے نغمۂ ساز حیات
تیرا ہر خط جبیں ہے جادۂ ذات و صفات
تیری ہر موج نفس ہے انشراح کائنات
تیری مژگاں کی ہر اک لرزش ہے تفسیر حیات

[illegible] تیرے ساز سے
زندگی جنبش میں آتی ہے تری آواز سے

...نے کر دیے انساں کی عظمت کے خیام
...توُنے کیا تو تیر آدم کو دوام
...توُنے شہادت کا پیا جس وقت جام
...وراں نے محمد کو کیا جھک کر سلام

مصطفےٰ کی کشتیٔ نازش کو کھینے کے لئے
انبیاء آئے مبارک باد دینے کے لئے



...موجۂ یم نے مبارک باد دی
...ں کو عرشِ اعظم نے مبارک باد دی
...ر کو آدم نے مبارک باد دی
...را کو مریم نے مبارک باد دی
فتح کے نغمات نکلے زندگی کے ساز سے
کبریا نے قدسیوں کی سمت دیکھا ناز سے

ذرہ ذرہ جلوہ گاہ ماہ کنعاں ہوگیا
حلقۂ خشت و خزف گوہر بہ داماں ہوگیا
بارگاہ آدمیت میں چراغاں ہوگیا
رشتہ برپا ذہن انسانی فروزاں ہوگیا

پیکر ہستی میں نبض مدعا چلنے لگی
جس سے جی اٹھتے ہیں مردے وہ ہوا چلنے لگی



اے حسین اب تک ترا نقشِ قدم تابندہ ہے
زندہ ہے پائندہ ہے تازندہ و درخشندہ ہے
روشن و پائندہ و پائندہ و بخشندہ ہے
کامزن تو جس پہ تھا وہ جادہ اب تک زندہ ہے

ضوفگن ہے ذہن کے ہر بند پہ ہر جوڑ پہ
شمع جو تابندہ ہے تیری گلی کے موڑ پہ

قلزم ملا کرتے ہیں تیرے جام سے
گردوں بنا کرتے ہیں تیرے بام سے
غضب کی لو نکلتی ہے ترے پیغام سے
کو جھرجھری آتی ہے تیرے نام سے

گونجتا ہے روح میں ہر نغمہ تیرے ساز کا
آج بھی کوندا لپکتا ہے تری آواز کا



حسین ابن علی اے بندۂ یزداں صفات
ے تیرے جھکتی ہے جبین کائنات
جائیں اگر دنیا سے تیرے واقعات
تاریخ پر چھا جائے ہیبت ناک رات

بھول سکتا ہی نہیں انسان قربانی تری
حافظے کے فرق کا جھومر ہے پیشانی تری

اے فضائے قدس کے ابر خراماں السلام
السلام اے شمعۂ ایوان عرفاں السلام
السلام اے طرۂ تاج شہیداں السلام
السلام اے ذوالکلام و زندہ قرآں السلام

السلام اے سطوت محراب و منبر السلام
السلام اے خسرو ناموس اکبر السلام



اے گلوئے زیر شمشیر عدو تجھ پہ سلام
کربلا کی خاک پہ بہتے لہو تجھ پہ سلام
دودمانِ مصطفےٰ کی آبرو تجھ پہ سلام
اے بہ خوں غلطیدہ زلف مشک بو تجھ پہ سلام

دینِ اہل درد جانِ اہل ماتم السلام
شانۂ ایماں کے اے گیسوئے برہم السلام

قم کی شان میر سوگواراں السلام
ل افسردۂ شام غریباں السلام
ے مرے ڈوبے ہوئے مہر درخشاں السلام
دیار۔ فاطمہ کے ماہ کنعاں السلام

قلب تسلیم و رضا کے صبر و افسر السلام
السلام اے دشت غربت کے مسافر السلام

عباس کے سوز نہانی کو سلام
ابن مظاہر کی روانی کو سلام
معصوم تیری بے زبانی کو سلام
تو خنجر تیری نوجوانی کو سلام

مصطفےٰ کے لال کو حیدر کے پیارے کو سلام
فاطمہ زہرا تری آنکھوں کے تارے کو سلام

اے زمیں کی خسروی گردوں کی شاہی کو سلام
اے مدینے کی نسیم صبح گاہی کو سلام
اے شہادت کی ادائے کج کلاہی کو سلام
اے اجل کے روندنے والے سپاہی کو سلام

اے مرے سادات اے میرے جری تجھ پر سلام
ناخدائے کشتیٔ پیغمبری تجھ پر سلام

پھر بشر کے ذہن پر نرگس جنوں ہے یا حسین
پھر حقیقت دامن اوہام و فسوں ہے یا حسین
پھر دل اقدار نازک غرق خوں ہے یا حسین
پھر بشر باطل کے آگے سرنگوں ہے یا حسین

آ دل انجام کو پھر گرمیٔ آغاز دے
اے بہا درِ وقت کی آواز پر آواز دے

...چکے ہیں غرق پھر شیرازہ بندی کے عروق
...رواں ہیں ذلتیں سوئے تفکر جوق جوق
...شریعت ہے مساوات بشر کی بے وثوق
...ل میں نوع انسانی کے بنیادی حقوق

پھر بغاوت کر رہا ہے زندگی سے آدمی
دیکھ پھر ٹکرا رہا ہے آدمی سے آدمی

... حیات نوع انسانی ہے گھبرائی ہوئی
...پڑے ہیں ولولے جرأت ہے مرجھائی ہوئی
...زمین و آسماں پر موت ہے چھائی ہوئی
...ت بھی کیسی خود اپنے ہاتھ کی لائی ہوئی

چہرۂ امید کو رخشندگی دے یا حسین
زندگی دے زندگی دے زندگی دے یا حسین

عکس اپنا ڈال پھر اس خاکداں پہ اے حسین
پھر عطا فرما حدیث دل کو تعبیر اے حسین
بخش دے پھر پستئ فکر کو اعتلا اے حسین
زور حیدر زور حیدر زور حیدر اے حسین

خشک ہونے پر ہے جوئے عزم انساں یا حسین
موج طوفاں موج طوفاں موج طوفاں یا حسین

ہنستا پھرتا ہے پھر سرمایہ داری کا وقار
اٹھ چکا ہے پھر عوامی برتری کا اعتبار
پھر خزاں کی آستیں بوسی پہ نازاں ہے بہار
پھر خدا کا ذوق تخلیق بشر ہے شرم سار

پھر زبوں ہے نفس انسانی کی حالت یا حسین
آ کہ پھر دنیا کو ہے تیری ضرورت یا حسین

پھر رکھے ہوئے ہے ظلم کے سر پہ قدم
میں پھر ل چکا ہے آدمیت کا بھرم
پر مارتے پھرتے ہیں ٹھوکریں پھر درم
چکا ہے پھر دل انساں میں سونے کا علم

پھر دفِ زر بج رہا ہے شور ہے اشرار کا
صف شکن یہ وقت ہے پھر تیغ کی جھنکار کا

تیر اور خود بھی خون کے دھارے میں تیر -
دیوار حرم تک آ چکا ہے سیلِ دیر
ولت نعرہ زن ہے تیغ اٹھا اے روحِ خیر
چاندی نہیں آئے گی لوہے کے بغیر

یوں ہمیں للکار ہم بڑھ کر چٹانیں توڑ دیں
خیبرِ تہذیبِ زر کی سمت باگیں موڑ دیں

اے مجاہد روح پھر سینوں کو دے سوزِ شرر
اے مقدس تشنگی مواج ہو سر سے گزر
اے پیمبر موت انوکھی زندگی بن کر ابھر
اے مقرر خامشی منبر پہ آ تقریر کر

اے لہو پھر قشقۂ پیشانیٔ کردار بن
اے جراحت میان سے باہر نکل تلوار بن

دیکھ پھر قصرِ جہنم بن چکا ہے روزگار
آنچ میں غلطیدہ ہے پھر خیمۂ لیل و نہار
سرزمیں پر حکمراں ہے بازاراں اقتدار
آتش و دود و دخان و شعلہ و برق و شرار

زندگی ہے بر سرِ آتش فشانی یا حسین
آگ دنیا میں لگی ہے آگ پانی یا حسین

کیوں کر نہ کروں شکر خدائے دو جہاں کا
بخشا ہے مرے دل کو مزا سوزِ نہاں کا
یکساں ہے مسرت کا محل ہو کہ فغاں کا
ہو نارِ جہنم بھی تو لطف آئے جناں کا
ہوتی ہے خوشی صحت و آزار سے مجھ کو
خلعت یہ ملا ہے تری سرکار سے مجھ کو

سینے میں چھپائے ہوں جو انوار کسی کے
دل میں نہیں آتے ہیں خیالات دوئی کے
رونے کے ہوں اسباب کہ سامان ہنسی کے
جو چیز ہے ڈھل جاتی ہے سانچے میں خوشی کے
لیلائے شبِ تار ہے یا نورِ سحر ہے
جس حال میں ہوں "حسن" مرے پیشِ نظر ہے



آوازۂ حق



یار کی فوجیں ہوں کہ احباب کی محفل
ری کے بگولے ہوں کہ لیلیٰ کی ہو محمل
ہوں کی صعوبت ہو کہ خواب سرِ منزل
تا ہے ہر اک چیز سے بشاش مرا دل

صد شکر مرے دل پہ حقیقت یہ عیاں ہے
ہر آئینے میں دوست کی تصویر نہاں ہے

بات میں اک حسن ہے ہر شے میں نفاست
کل کوئی چیز نہیں ہو جو بصارت
تا بھی ہے اک راگ جو کامل ہے سماعت
اشک کے ساغر سے ابلتی ہے بشاشت

آنکھیں ہوں اگر نار میں ہے نور کا جلوہ
ہر ذرۂ ناچیز میں ہے طور کا جلوہ

ریگ کا انبار کہ برسات کا دریا
جیٹھ کی ہو دھوپ کہ بادل کا ہو پردا
او کے تھپیڑے ہوں کہ ہو لوچ صبا کا
خال سے ہو کہ چمکتا ہوا تارا

اے حسن کے صانع ترے اسرار نہاں ہیں
ہر شے میں کم و بیش کچھ انوار نہاں ہیں

شادی والم رنج و خوشی مدح و مذمت
آشفتگی وعیش و طرب درد و مصیبت
آشوب جہاں شام بلا صبح مسرت
سب ایک نظر آئیں جو ہو روح میں قوت

ہم دل کا اگر ساز ستاروں سے ملا دیں
گو تار بہت سے ہیں مگر ایک صدا دیں

نالے میں ہے جو نغمۂ بلبل میں نہیں ہے
جو زلف پریشاں میں ہے سنبل میں نہیں ہے
اکثر جو ہے اجزا میں کشش کل میں نہیں ہے
کانٹے میں بھی اک شان ہے جو گل میں نہیں ہے

در پردہ یہ سب ایک ہیں ظاہر میں جدا ہیں
سب اپنے مقامات پہ تصویر خدا ہیں

پیشانی تشویش میں ہے جلوۂ تمکیں
تلخی میں بھی پوشیدہ ہیں کچھ جوہر شیریں
ہر درد کی ایذا میں ہے اک پہلوئے تسکیں
جو داغ ہے وہ دل کے لئے تاج ہے زریں

یہ دل جو دھڑکتا ہے تو اک قسم کی گت ہے
ہر زہر میں نسخے ہیں کہ تریاق کا ست ہے

...کی یہ تمنا ہے کہ دائم رہیں مسرور
...فلسفۂ طرز تمدن سے بہت دور
...خوشی غم ہے یہ فطرت کا ہے دستور
...وں میں رخ راحت و آرام ہے مستور
ضو لطف کی ہے پردۂ آفات کے پیچھے
پنہاں ہے سپیدائے سحر رات کے پیچھے

...جاتے ہیں غم سے جو خیالات ہیں اسفل
...جاتے ہیں انسان کے اخلاق مکمل
...س کا قاتل ہے تو باطن کی ہے صیقل
...تا ہے جب سانپ نکل جاتے ہیں سب بل
جی کھول کے رونا ہے علاج آنکھ کے تل کا
ہر آنسو سے کچھ زہر نکل جاتا ہے دل کا

...ے کو تفریح بنا لینے کی صنعت
...ں ہے انہیں جو ہیں پرستار حقیقت
...ہے اسرار کا ہر منظر قدرت
...ند کی خنکی ہو کہ سورج کی حرارت
مہمل ہیں یہ لفظیں "یہ برا ہے وہ بھلا ہے"
جو کچھ ہے وہ صرف ایک تبسم کی ضیا ہے

ہو دوست کے پہلو میں نشیمن تو مسرت
مل جائے اگر راہ میں دشمن تو مسرت
ہو زیر قدم سبزۂ گلشن تو مسرت
کانٹوں میں الجھ جائے جو دامن تو مسرت
تدبیر اگر وصل کی ہو، رقص کی جا ہے
اور ہجر کی شب ہو تو تڑپنے کا مزا ہے

دنیا خس و خاشاک ہے دامن کو بچا لے
نازک ہے بہت دل غم ہستی سے بچا لے
اشکوں کے جواہرات میں وہ دل کو سنبھالے
دانا ہے جو ہر غم میں خوشی ڈھونڈ نکالے
کب شیشۂ دل گرد مکدر کے لئے ہے
ہر رنج میں آرام بہادر کے لئے ہے

پردے کو تعین کے ذروں سے اٹھا دے
کثرت نہیں وحدت ہے یہ آنکھوں سے دکھا دے
ہاں بڑھ کے حجاب رخ جانا نہ ہٹا دے
میداں کو حدیں توڑ کے ہموار بنا دے
چوٹی سے چلے کوہ کی خورشید کا جلوہ
ہستی کی رگ و پے میں ہو توحید کا جلوہ

میں سرگرم ہے وہ اس کے ہیں انجام
ہو یا شوق قسمت سے ہوتا کام
اگر ہو تو مسرت کے چلیں جام
جو ہو تو بھی پیے بادۂ گل فام
یہ وہ وہ دوائیں ہیں جو یکساں ہیں اثر میں
جو یاس میں لذت ہے وہی فتح و ظفر میں
ست بتاتا ہوں تجھے روح کے اسرار
ں سے اگر چور ہے تیرا دل بیمار
ں تو اٹھا دیکھ ذرا حسن کے انوار
یہ سورج یہ نباتات یہ کہسار
کیوں تیرے خیالات پریشاں ہیں برادر
اک غم ہے تو سو عیش کے ساماں ہیں برادر
کی حیا گل کی ہنسی اوس کے گوہر
شفق، سردہوا، باغ معطر
گھٹا، قوس قزح، مہر منور
پرعوں کے دیپاڑوں کے یہ منظر
ہے کون سی خوبی جو مرے قوم میں نہیں ہے
کیا باغ ارم تیغ کے پرتوں میں نہیں ہے؟

یہ غم ہے وہ راحت ہے یہ عقبیٰ ہے یہ دنیا
ان تنگ خیالات کے سائے سے نکل آ
ہر فکر سے منہ پھیر لے ہر رنج کو ٹھکرا
اونچا ہو بلندی پہ جھنک روح کا چکا
محفل میں تصوف کی تجھے بار ملے گا
ہر سانس میں اک مصر کا بازار ملے گا
اترے گی ترے دل میں ضیائے رخ جاناں
کانٹوں میں بھی تجھ کو نظر آئیں گے گلستاں
آنکھیں ترے تکووں سے ملیں گے جن و انساں
جنت سے ہوا دے گا تجھے حور کا داماں
قل حشر میں ہوگا ہے یہ حیدر کا شرابی
آتا ہے وہ مے خانۂ کوثر کا شرابی
آزاد بھی ہو کشمکش سود وزیاں سے
ہاں دل کو بچا تیرگی آہ و فغاں سے
لمحے جو گزرتے ہیں پھر آئیں گے کہاں سے
باہر تو نکل وہم کے تاریک مکاں سے
پھیلی ہے جہاں میں رخ جاناں کی تجلی
وہ دیکھ بلندی پہ ہے عرفاں کی تجلی

راہ مہمات میں آ، گر ہے جواں مرد
ہے جس میں نہیں اڑتی ہے کبھی گرد
ے کبھی اس راہ میں ہوتے ہی نہیں زرد
ں کی مہک آتی ہے چلتی ہے ہوا سرد

دنیا ہے یہ وہ جس میں فلک بند میں ہے
ذرے میں یہاں وہ ہے جو سورج میں نہیں ہے

ولی ہے یہاں دل کے دھڑکنے سے مسافت
ے کی نہ حاجت ہے نہ ساماں کی ضرورت
راہ میں آنکھیں بھی اٹھاؤ تو نحوست
بزم میں گر سانس بھی لیجئے تو کثافت

نسبت کچھ اسے عالم ظاہر سے نہیں ہے
کچھ بحث یہاں مومن و کافر سے نہیں ہے

وب ہیں اس انجمن خاص کے دستور
ور ہے جب تک کہ نہ ہو شیشۂ دل چور
ں کچھ عشق میں ہوتے ہیں وہ مذکور
ق میں وہی شے ہے جو تھی برق سر طور

ذرے میں جو ہے مہر درخشاں میں وہی ہے
جو کفر کے سینے میں ہے ایماں میں وہی ہے

اس بزم کے آداب ہیں سر چشمہ حکمت
آرام سے وحشت ہے تو لذات سے نفرت
پھر جائے جو ہستی سے نظر عین سعادت
دل پچھلے پہر رات سے دھڑکے تو عبادت

ہر دن جو گزرتا ہے یہاں ایک صدی ہے
اس دائرے میں "موت" حیات ابدی ہے

صحت میں نہیں جس کی یہاں نفس وہ بیمار
کاموں میں جو دنیا کے ہے مشغول وہ بیکار
آنے نہیں پاتے کبھی اس بزم میں زردار
زردار کے معنی ہیں کہ محتاج ہے نادار

دولت کی حقیقت کوئی کبھی نہیں جاتی
منعم کی یہاں بات بھی پوچھی نہیں جاتی

اس راہ میں جو یاد کرے دوست کو، غافل
اس سے یہ نکلتا ہے ابھی دور ہے منزل
معشوق سے ہر وقت جنہیں قرب ہے حاصل
کس کو وہ کریں یاد؟ بتائے کوئی عاقل

دل آہ کبھی وصل میں بھرتا ہو تو کہہ دو
اپنے کو کوئی یاد جو کرتا ہو تو کہہ دو

...ا یہ عقیدہ ہے کہ میں "عبد" وہ "معبود"
...م کا قانون یہ کہتا ہے وہ "مردود"
...ک حقیقت میں ہیں، ساجد ہو کہ مسجود
...فر یہ کہتا ہے "ایاز" اور وہ "محمود"

ہاں لفظ انا لحق میں انا باعث شر ہے
اس سے یہ ٹپکتا ہے خودی پیش نظر ہے

...کو یہاں کام ہے تسلیم و رضا سے
...کو یہاں عید ہے تسبیح فنا سے
...سے سروکار ہے بھوکے ہوں کہ پیاسے
...بڑا یہ ہے کہ نفرت ہو دعا سے

ذلت میں یہاں بھوک ہے خلعت میں کفن ہے
انعام یہاں سب سے بڑا دار و رسن ہے

...وز ہوا شوق مرے دل میں یہ پیدا
...و سے گزرے ہیں جو نام آور یکتا
...بھی کچھ ان کے میں دیکھوں کہ وہ تھے کیا
...وق میں تاریخ کے اوراق کو الٹا

فہرست میں اک نام تھا جو سب سے جلی تھا
مژدہ ہو کہ وہ نام حسین ابن علی تھا

قربان ترے نام کے اے میرے بہادر
تو جان سیاست تھا تو ایمان تدبر
معلوم تھا باطل کے مٹانے کا تجھے گر
کرتا ہے تری ذات پہ اسلام تفاخر

سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ صداقت کا سبق تھا
تلوار کے نیچے بھی وہی نعرہ حق تھا

شعلے کو سیاہی سے ملایا نہیں تو نے
سر کفر کی چوکھٹ پہ جھکایا نہیں تو نے
وہ کون سا غم تھا جو اٹھایا نہیں تو نے
بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا نہیں تو نے

دامان وفا، کفر کے شریروں میں نہ چھوڑا
جو راستہ سیدھا تھا وہ تیروں میں نہ چھوڑا

ہر چند کہ ایوبؑ بھی اس فن میں تھے یکتا
یونسؑ نے بھی اک حد تک اسے خوب نبھایا
یعقوبؑ نے بھی زور تحمل کا دکھایا
پر سب سے رہا بڑھ کے محمدؐ کا نواسا

حیرت میں پیمبرؑ ہوئے وہ کر کے دکھایا
مرتے نہیں کس طرح اسے مر کے دکھایا

ہوں رقم معرکہ اب کرب و بلا کا
ن تھا سیلاب تھا، اسباب جفا کا
ں میں تلاطم ہو وہ ساماں تھا وغا کا
ں مگر دل تھا امام دوسرا کا
ماتھے پہ شکن تھی نہ بدن غرق عرق تھا
رخ پر وہ صباحت تھی کہ سونے کا ورق تھا

ے تھے سب قتل ہوئے مہر کے بانی
م کہ تھا سم خوردہ برادر کی نشانی
سن میں اکبر تھا مرا یوسف ثانی
ں تھا اسلام کی بھرپور جوانی
سینے میں خلش لب پہ مرے آہ نہیں ہے
ہر چند اب ان میں کوئی ہمراہ نہیں ہے

ی طرف دیکھ کے کہتے تھے یہ ہر بار
ل و علم تیغ یہ انبوہ ہے بے کار
پہ کر غور ذرا شمر بد اطوار
ے نے کیا ہے تجھے اس جور پہ تیار
فاسق کے لئے جنگ امام دوسرا سے
بندہ کہیں منہ پھیر کے چلتا ہے خدا سے؟

اے شمر کوئی چیز ہے یہ فوج گنہگار
دنیا بھی امنڈ آئے تو پروا نہیں زنہار
مرعوب مجھے کر نہیں سکتے یہ سیہ کار
باطل سے کبھی دبتے ہیں کہیں حق کے طرفدار
نازاں ہے کہ سردار ہوں میں فوج ستم کا
سررشتہ مرے ہاتھ میں ہے لوح و قلم کا

اس باپ کا بیٹا ہوں جو تھا اشجع عالم
جس فرق پہ تھا سایہ فگن فتح کا پرچم
جس ذات سے اسلام کی بنیاد تھی محکم
تھا اصل میں جو قوت پیغمبر اکرم
غشی میں بھی سادات نے اژدر کو نہ چھوڑا
بے توڑے ہوئے قلعۂ خیبر کو نہ چھوڑا

جس روز مدینے کو سدھارے تھے پیمبر
اس روز برادر کی جگہ پر تھا بہادر
ہر چند کہ تیغوں کی چمک تھی سر بستر
سوتا تھا بڑے لطف سے تانے ہوئے چادر
دنیا میں کوئی ایسا جری ہو نہیں سکتا
جس طرح وہ سوئے تھے کوئی سو نہیں سکتا

سامنے آ آ کے اکڑنا نہیں اچھا
... سے اس طرح بگڑنا نہیں اچھا
... بری بات پہ اڑنا نہیں اچھا
... کے لئے دین سے لڑنا نہیں اچھا
ناپاک نہ بن دولت ناپاک کے بدلے
اکسیر کو ٹھکراتا ہے کیوں خاک کے بدلے

... جو زیادہ ہو تو ایماں نہیں رہتا
... یہ وہ شے ہے کہ انساں نہیں رہتا
... کی روح کا ساماں نہیں رہتا
... انجمن حسن کے شایاں نہیں رہتا
دولت کو بہت لوگ یہ کہتے ہیں خدا ہے
میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ زر ایک وبا ہے

... خواہشیں محدود تو ایذا نہیں ہوتی
... جو ہوں کم زر کی تمنا نہیں ہوتی
... کو کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی
... پہ مسلط کبھی دنیا نہیں ہوتی
سلطاں بھی ہو جو صاحب حاجت تو گدا ہے
جس کو کوئی حاجت ہی نہیں ہے وہ خدا ہے

اے بندۂ زر چونک، مناسب نہیں غفلت
معلوم نہیں کیا تجھے دنیا کی حقیقت
کس نیند میں ہے؟ چھوڑ بھی باطل کی محبت
آ حق کی طرف، دیکھ یہ حوریں ہیں یہ جنت
حوریں ہوں کہ فردوس، یہ ادنیٰ سا صلا ہے
خود حق میں وہ لذت ہے جو ان سب سے سوا ہے

دنیا ہے دنی ہیچ ہے دنیا کا زر و مال
تذلیل کی بنیاد ہیں یہ حشمت و اجلال
ادبار کوئی چیز ہے واصل نہ اقبال
وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونے کو ہے پامال
بیدار ہیں دل جن کے وہ دنیا سے خفا ہیں
جو پھول کے طالب ہیں وہ کانٹوں سے جدا ہیں

تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے
جو چند نفس، ہو اُسے لذت نہیں کہتے
طوفان مصائب کو مسرت نہیں کہتے
جس شے کو فنا ہو اسے نعمت نہیں کہتے
آرام کی خواہش نہ کرو قوت زر سے
لبریز کرو روح کو اللہ کے ڈر سے

تو فخر سے کہتا ہے جسے عیش و تنعم
وہ خواب کی جنت ہے وہ فردوس تو ہم
نالے ہی کی روداد ہیں نغمہ کہ ترنم
ہے مہر فغاں روشنیِ ماہ تبسم
تو جس کو سمجھتا ہے کہ فردوس بریں ہے
دھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال پہ عبرت
کھل جائے گی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت
عبرت کے لئے ڈھونڈھ کسی شاہ کی تربت
اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شان حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر بول ترا تاج کہاں ہے

یہ کہہ کے جو مولیٰ نے نظر کی سوئے کفار
تھا سر کو جھکائے ہوئے ہر ایک سیہ کار
ہر شخص کے چہرے پہ خجالت کے تھے آثار
یہ رنگ جو دیکھا تو کہا حر نے بیدار
ہشیار! مراتب کے طلب گار جو الوا
ہو جاؤ نہیں اب جنگ پہ تیار جو الوا

زمانے کی نگاوٹ سے خبردار
ہو بیدار ہو، ہشیار ہو ہشیار
یہ امیدیں ہیں پریشان ہیں افکار
نشے میں بدست ہے دنیا کے طلبگار
یہ شاخ ہے وہ جو کبھی پھولی نہ پھلی ہے
دنیا تجھے ناداں کدھر لے کے چلی ہے

لئے جاتا ہے کہاں تجھکو زمانہ
کے سزاوار نہیں ہے یہ فسانہ
ی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ
ہے یہ دھوکا ہے بہانہ ہے بہانہ
واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے
حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

ے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار
ڈی سے بھی کچھ بڑھ کے ہے مردار
ہے بد اصل ہے کم ظرف ہے بدکار
ظلم اس کا، تو پشت اسکی ہے بیمار
مہروں کے داغوں سے فرعون میں سوا ہے
ذلت کا یہ لقمہ ہے سگوں کی یہ غذا ہے

...ں کامل ہیں بہت حضرت شبیر
...ے گمراہ اگر ہو گی تاخیر
...ہے؟ میداں میں بڑھو تول کے شمشیر
...یہ دولت ہے یہ منصب ہے یہ جاگیر
ہو جاؤ گے بشاش وہ انعام ملے گا
کہتا ہوں کئی پشت تک آرام ملے گا

... یہ شمر نے تو لالچ جو دلائی
... بعد ناز جنگ اپنی دکھائی
...ں تیغوں کی بڑے ناز سے آئی
...ں ورائی تو کمینوں میں سمائی
سب بھول کے دنیا کی طرف ہو گئے ظالم
کروٹ ابھی بدلی تھی کہ پھر سو گئے ظالم

...تماشے سے ہوئے اہل جفا کور
...نچیں میان سے قزاق کا اٹھا شور
...و نچانے لگے میدان میں شہ زور
...و انھیں رن میں گھٹا چھا گئی گھنگھور
سایہ کیا پھولوں کے جیبت نے قضا پر
چونکیں وہ تو ڈر سے پڑیں شبل وفا پر

حضرت نے کہا "شکر ہے کامل ہوئی حجت"
ہو جائے گی اب امت بیمار کو صحت
اے خالق کونین یہ بندے پہ عنایت
بخشی ہے مجھے خدمت تکمیل نبوت
ڈرتا ہوں خوشی کی کہیں تکمیل نہ ہو جائے
اشکوں میں لہو جسم کا تبدیل نہ ہو جائے

ہر چند بظاہر یہ مصیبت کے ہیں ساماں
جب دیکھتا ہوں غور سے کچھ راز ہے پنہاں
ظاہر میں جو کانٹے ہیں وہ در پردہ گلستاں
یہ گرد نہیں حضرت یوسف کا ہے داماں
ہاتھوں پہ لئے تاج صداقت نکل آئی
جب چاک ہوا حبس کی صورت نکل آئی

بس اتنے میں ناگاہ برسنے جو لگے تیر
خیمے کی طرف دیکھ کے چپ ہو گئے شبیر
گھوڑے کو بڑھا کر یہ پکارے شہ دلگیر
مجبور ہوں اب کھینچتا ہوں میان سے شمشیر
ہنگام وغا برق ہوں طوفاں ہوں غضب ہوں
ہشیار کہ میں روح شجاعان عرب ہوں

نے آئے تھے سر نہ ہو گوارا
فر آئے گا یہاں خون کا دھارا
جائے گا دم بھر میں ابھی زور تمہارا
ہے صداقت کا بلندی پہ ستارا

جنگاہ میں باطل کے قدم گڑ نہیں سکتے
دیکھو کہے دیتا ہوں کہ تم لڑ نہیں سکتے

ہے جرأت بھی اس دل میں نہیں ہے
نہ رہے زور یہ باطل میں نہیں ہے
کی صفت فرد قاتل میں نہیں ہے
نشاں فطرت جاہل میں نہیں ہے

نامرد کبھی تاب جفا لا نہیں سکتا
کافر کبھی مومن پہ ظفر پا نہیں سکتا

ب میں ہے کفر وہ دوزخ کا دھواں ہے
میں معارف ہیں وہ اک بحر تپاں ہے
جو حامی ہے وہ بے نام و نشاں ہے
کا طرفدار ہے اک شیر ژیاں ہے

سچائی کے قدموں پہ سر فتح و ظفر ہے
جرأت بھی اسی سمت ہے ایمان جدھر ہے

جو لوگ کہ ڈر جاتے ہیں بادل کی صدا سے
کانپ اٹھتے ہیں بچوں کی طرح ذکر وغا سے
جب ہوتی ہے مذہب کی کشش فضل خدا سے
لڑ جاتے ہیں دبتے نہیں ارباب جفا سے

ہرگز نہ ڈرو کفر سے ایماں کا سبق ہے
ان کی یہ شجاعت نہیں یہ قوت حق ہے

یہ دل میں بھی جب قوت حق بھرتی ہے جرأت
اتنی بھی نہ حق کیا مجھے کٹنے کا جلالت
دکھلا دوں میں تم کو کہ یہ ہوتی ہے شجاعت
حاصل ہے مجھے قوت حق زور امامت

یہ جنگ کا طوفان ہے کچھ سیر نہیں ہے
میدان سے ہٹ جاؤ کہ اب خیر نہیں ہے

مولا کا مزاج اتنا جو برہم نظر آیا
لشکر پہ عجب خوف کا عالم نظر آیا
سامان جفا درہم و برہم نظر آیا
کی جس سر خیمہ پہ نظر خم نظر آیا

خاموش صفیں یاس کے عالم میں کھڑی تھیں
مردہ تھیں نگاہیں کہ دیدوں میں گڑی تھیں

ہے ادھر تھا بن قطبہ کوئی سردار
ب سے بھی بگھو بڑھ کے شجاعت میں نمودار
ت کئی من کا بچے جسم پہ ہتھیار
تھا کہ خالی نہیں جاتا ہے مرا وار
دو سو تھے زرہ پوش ستم گار کے پیچھے
جس طرح کہ بل کھاتی ہے دم مار کے پیچھے

جب انداز میں میداں میں ستم گر
ہوا فولاد کے ساماں میں سراسر
منہ میں لہو جوش میں غصے سے جبیں تر
اروں کی آواز تو وہ زین کی چوپر
دل میں تھا غضب ٹوپ چندار تھا سر میں
اک تیغ تو تھی ہاتھ میں اور ایک کمر میں

طرح جو آیا وہ قریب شہ ابرار
نے کہا نار جہنم کے طلب گار
دیر مناسب نہیں ہاں واریں اب وار
ر جو دکھاتا ہوں تو بڑھ تول کے تلوار
ہم وہ ہیں کہ دشمن پہ بھی شدت نہیں کرتے
جو حق کے پرستار ہیں سبقت نہیں کرتے

یہ سن کے بڑھا تول کے نیزہ جو وہ گمراہ
رستم کی صدا آئی کہ العظمت للہ
نیزے کو ابھی اس نے گھمایا تھا کہ ناگاہ
دو تھی ہوئی اس شان سے شمشیر ید اللہ
کم بخت کے نیزے کے لئے ضرب قضا تھی
اس حسن سے کاٹا تھا کہ ہر پور جدا تھی

غصے میں کماں لے کے بڑھا تب وہ ستم گار
بے رحم نے چلے سے بڑھایا لب سوفار
شبیر نے یہ دیکھ کے چمکایا جو رہوار
نیزے پہ اڑا لائے کماں سید ابرار
ظالم نے کماں دیکھی جو نیزے کی انی پر
اک تیر سا گویا کہ لگا قلب شقی پر

تھرایا تو نامرد بڑھا تول کے تلوار
تا دیر نہ دیں پہ تواتر سے کئے وار
بھیلے کی طرح ہانپ رہا تھا وہ بد اطوار
حضرت نے کہا اب مری باری ہے خبردار
اتنی تو خبر تھی کہ چلی فرق لعیں پر
دیکھا تو اتر آئی تھی مرکب سے زمیں پر

...ں پوچھ کے حضرت نے کیا نعرۂ تکبیر
...دار سے ہنس کر یہ کہا واہ ری شمشیر
...تی ہے تو کرتی نہیں دم بھر کی بھی تاخیر
...ں حسن سے تو کھینچتی ہے موت کی تصویر

تو موت کا سیلاب ہے تو برق فنا ہے
پیغام اجل کا ترے دامن کی ہوا ہے

... کیا اس طرح جو لشکر کا سردار
...وں سے اڑے رنگ وہ گھبرا گئے کفار
...رت نے ڈپٹ کر یہ کہا فوج بد اطوار
...تا نہیں تم میں سے کوئی کھینچ کے تلوار

سردار کے مرنے کا تمہیں درد نہیں ہے
کیا اتنے جوانوں میں کوئی مرد نہیں ہے

... فوج کا انبوہ یہ میں یکہ و تنہا
... ہوا صدموں کا کئی روز کا پیاسا
... کیا ہے کہ لاکھوں کو نہیں جنگ کا یارا
... اے سپہ شام شجاعت وہ ہوئی کیا

تم لرزہ براندام ہو عزت گئی سب کی
تکلیف میں روکش ہیں شجاعان عرب کی

یہ سن کے بھی جب کوئی نہ میدان میں آیا
خود ان کی طرف آپ نے گھوڑے کو بڑھایا
تلوار چمکنے لگی کرنے لگے اعدا
دو ہو گیا کوئی کوئی تڑپا کوئی بھاگا

آنکھوں میں چکا چوند تھی حیراں تھے ستمگر
آپس میں مگر دست و گریباں تھے ستمگر

جس سمت جھپٹتا تھا وہ شیر صف جنگاہ
گر گر کے فنا ہوتے تھے وہ گھوڑوں سے بدخواہ
کفار میں تھا شور کہ العظمت للہ
آتے بھی ہیں شیروں کے مقابل کہیں روباہ

ترتیب صفوں میں تھی نہ وہ شان پروں کی
برسات کا طوفان تھا بارش تھی سروں کی

کیا جوہر شمشیر تھا کیا زور شجاعت
نزدیک کوئی آئے نہ پڑتی تھی یہ ہمت
تابندہ خط و خال میں تھی برق امامت
حیدر کی جو سطوت تھی تو حمزہ کی جلالت

شمشیر نہ تھی فوج پہ بجلی کی چمک تھی
یا ابر سیہ تاب میں کوندے کی لپک تھی

...ا سر پہ چلی پیکر بے جاں نظر آیا
... ست گئی خون کا طوفاں نظر آیا
...ں جو ہوئی برق کا داماں نظر آیا
... جو ہوئی قہر کا ساماں نظر آیا
تلوار تھی یا ساز کہ نغمہ تھا ستم اس کا
تھا مرکز اعداء کا زیر و بم اس کا

...وف ابھی جنگ میں تھے حضرت شبیرؑ
...ا اک آئی کہ بس اب روک لے شمشیر
...م ہے کچھ امت کی شفاعت کی بھی تدبیر
...جام شہادت کہ بڑھے عزت و توقیر
طوفاں سے بچا حق کو لہو اپنا بہا دے
امت کو بچانا ہے تو اب مر کے جلا دے

...ار سے میدان وغا گونج دیا تھا
...ہ پئے صبر و رضا حکم جو پہنچا
... میان میں چلتی ہوئی تلوار کو رکھا
... جن و ملائک میں اٹھا غل علی کا
ایمان کی ڈوبی ہوئی نبضیں ابھر آئیں
خدمت کے لئے چرخ سے حوریں اتر آئیں

ذرّوں پہ جو سجدے میں جھکے حضرت شبیرؑ
چلنے لگے ہر سمت سے تیغ و تبر و تیر
ہے کس پہ چمکنے لگی شمشیر پہ شمشیر
سر پیٹ کے کہنے لگی یہ زینبِ دلگیر
چھوڑوں گی نہ اس غم میں ابھی نوحہ گری سے
آندھی کا تصادم ہے چراغ سحری سے

ہے ہے کوئی عباس دلاور کو پکارو
بابا پہ براوقت ہے اکبر کو پکارو
اکبر نہیں ملتے ہیں تو اصغر کو پکارو
بچے پہ چھری چلتی ہے حیدر کو پکارو
زہرا کی دہائی ہے پیمبر کی دہائی
بچتا ہے جگر خالق اکبر کی دہائی

حضرت نے جو زینب کی سنی گریہ وزاری
چپ ہوگئے وہ قلب پہ حالت ہوئی طاری
تلواریں لگانے لگے بڑھ بڑھ کے جو ناری
مولا نے کہا شکر ہے اے ایزدِ باری
کٹتا ہے گلا بھائی کا ہمشیر کے آگے
تدبیر سر خاک ہے تقدیر کے آگے

…ے جو گئی بار زمیں پہ شہ والا
… یہ ملائک کہ قیامت ہوئی برپا
…و بڑی یاس سے مظلوم نے دیکھا
… میں کسی سمت سے اک تیر جو آیا
پامال صف لشکر غم ہو گئے مولا
دل میں وہ اٹھا درد کہ خم ہو گئے مولا

…ک کے جو تلوار چلی خشک گلے پر
…ی صدا آئی کہ آہستہ ستم گر
… نے بڑے پیار سے زانوں پہ لیا سر
…وں کی طرف دیکھ کے بولے یہ پیمبر
شکوہ نہیں نکلا مرے پیاسے کے لبوں سے
نکلی ہے مری روح نواسے کے لبوں سے

… تری بیکسی و یاس کے قرباں
… یہ ترا جسم یہ تپتا ہوا میداں
…ے یہ بدن کے یہ ردا خون میں غلطاں
… پہ ہیں قرآن کے اوراق پریشاں
بے کس ترے اکبر کی جوانی کے تصدق
مظلوم تری تشنہ دہانی کے تصدق

تو اور سر خاک مرے گیسوؤں والے
یہ دل یہ بلائیں یہ زباں اور یہ چھالے
اس پیاس میں گردن پہ چھری جسم پہ بھالے
افسوس ہے اے فاطمہ کے ناز کے پالے
عبرت کا وہ منظر ہے کہ خود ظلم خجل ہے
یہ لاش نہیں خاک پہ اسلام کا دل ہے

یہ شام کا ہنگام یہ اندوہ یہ میداں
یہ ہو کا سماں اور یہ سنسان بیاباں
رانڈوں میں تلاطم ہے اداسی کے ہیں ساماں
سوتے ہیں پڑے شام سے خیمے کے نگہباں
غم اتنے ہیں اور ایک بھی غم خوار نہیں ہے
جز ذات خدا کوئی مددگار نہیں ہے

سیدانیوں کے بیچ میں ہیں عابد مضطر
منہ دیکھتی ہے سب کا سکینہ ہے وہ ششدر
ہاتھوں سے جگر تھام کے کہتے ہیں پیمبر
بیٹا یہ ستمگر کی انی اور ترا سر
آثار ابھی تک مری الفت کے عیاں ہیں
اس حلق پہ اب تک مرے بوسوں کے نشاں ہیں

ف شبیرؑ تھے ابھی آہ و بکا میں
ے جنبش سی ہوئی موج ہوا میں
اک آئی "نہ تڑپ دشت بلا میں"
ھا ہے شبیرؑ کا حوروں کی ردا میں
اس خون کو ہر خون سے ممتاز کیا ہے
ہم نے ترے بچے کو سرافراز کیا ہے

جو شفق یہ افق ہے اسی خون کی تاثیر
ہے بالاعلان بڑی شان سے تکبیر
ی جنہیں ملتی ہے رہ عشق میں تعزیر
ار کر خوش ہو کے پہن لیتے ہیں زنجیر
ڈرتے ہی نہیں دیکھ کے جلاد کی صورت
زنداں میں چلے جاتے ہیں سجاد کی صورت

یل ہے ان کے لئے شاہوں کی جلالت
ں میں ہے ایمان زبانوں پہ صداقت
ں ہے کہ آزاد ہوں پابند مشیت
ے تو جائے نہ گرے تاج خلافت
تقدیر ہے جس قلب میں ایمان کی بو ہے
ہیہات کہ ناکردہ گناہوں کا لہو ہے

بے درد کی حسرت کو نکلتے نہیں دیکھا
کاغذ کی کبھی ناؤ کو چلتے نہیں دیکھا
ظالم کو کبھی پھولتے پھلتے نہیں دیکھا
ٹھوکر ہے یہ وہ جس سے سنبھلتے نہیں دیکھا
وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے
اے خاک بتا زور یزید آج کہاں ہے

احساس نہیں جس میں وہ تاریک ہے سینہ
دوزخ میں اترتا ہے سدا ظلم کا زینہ
پستی کی علامات ہیں انصاف سے کینہ
جو حق سے لڑا ڈوب گیا اس کا سفینہ
ہاں ہم نے باطل کو ابھرتے نہیں دیکھا
جب زلف یہ بگڑی تو سنورتے نہیں دیکھا

اے قوم وہی پھر ہے تباہی کا زمانہ
اسلام ہے پھر تیر حوادث کا نشانہ
کیوں چپ ہے اسی شان سے پھر چھیڑ ترانہ
تاریخ میں رہ جائے گا مردوں کا فسانہ
مٹتے ہوئے اسلام کا پھر نام جلی ہو
لازم ہے کہ ہر فرد حسینؑ ابن علیؑ ہو

جب چہرۂ افق سے اٹھی سرمئی نقاب
کانپے نجوم زرد ہوا روئے ماہتاب
کھنکے فلک کے جام، کھلے سرخیوں کے باب
اڑنے لگے طیور برسنے لگی شراب
رنگوں کی آب و تاب چڑھانے لگی فضا
آہستگی سے ہوش میں آنے لگی فضا

چونکی زمیں، تبسم پنہاں لئے ہوئے
افسانۂ شباب کا عنواں لئے ہوئے
روئے فلک پہ رنگ شبستاں لئے ہوئے
آنکھوں کے جھٹ پٹے میں چراغاں لئے ہوئے
تاروں کی چھاؤں جذب کئے بھیرویں اٹھی
گویا بڑی لچک سے کوئی نازنیں اٹھی



طلوعِ فکر



ں، سیاہ ابر کے پارے لئے ہوئے
کی جھلملی میں شرارے لئے ہوئے
یں انگڑیوں کے اشارے لئے ہوئے
یں بادلے کے کنارے لئے ہوئے

طوفان بادلے میں عجب پیچ و تاب کے
اور موج پیچ و تاب میں تختے گلاب کے

ن گلشتوں میں بہکتی ہوئی فضا
کی سر سے ڈھلکتی ہوئی ردا
ے کی وادیوں سے جھلکتی ہوئی ضیا
ور سے کہ بھاپ کی چادر میں آگیا

گویا نقاب، جلوۂ جاناں لئے ہوئے
یا شمع ہے کوئی تہ داماں لئے ہوئے

فضاؤں میں اک طرفہ پیچ و پیش
ہوا ندی میں ملائم تموجس
ہوئی زمیں کی کمائی بہر نفس
کے آب و رنگ میں پچھلے پہر کا رس

گل چہرہ پتیوں پہ نگینے جڑے ہوئے
گوشِ چمن میں اوس کے بُندے پڑے ہوئے

ہلتی سی ٹہنیوں میں، زرافشاں سے برگ و بار
اٹھتی سی چلمنوں سے، جھلکتا سا روئے یار
چھنتی سی تیرگی میں، سلونے سے مرغزار
رقصاں سی روشنی میں، سہانا سا روزگار

دن ہے کہ رات ایک تزلزل سا، رائے میں
طفلی کا اضطراب جوانی کے سائے میں

گردوں ادھر طلائی تو اس سمت نقرئی
یہ پارہ سرمئی ہے تو وہ پارہ سرمگی
اک گوشہ کتھئی ہے تو اک گوشہ پستئی
مغرب جو اگرئی ہے تو مشرق ہے چمپئی

کانٹے پہ دل بری کے، فضائیں تلی ہوئی
تا دور زلف و رخ کی دکانیں کھلی ہوئی

سوئے افق بڑھی جو ٹھٹکتی ہوئی ضیا
دوشیزۂ فضا کی سرکنے لگی قبا
آہستگی سے مہر تک نشو ابھر چلا
بجنے لگا خیال میں سونے کا دائرا

برسا گلال ذہن پہ کندن خیال پہ
نوبت بجی منارۂ ذوق جمال پہ

سے نور میں سرخی گھلی ہوئی
آسماں سے زمیں پہ تجلی گئی
نے سر اٹھائے، گلستاں نے سانس لی
پہ کن منائی ہے چشم روشنی
ہر پنکھڑی میں دفتر افسانہ کھل گیا
دوشِ فضا پہ ایک صنم خانہ کھل گیا
لگا شکوہ سے پھر کنول طبق
کے کروٹیں سی بدلنے لگی شفق
لگا فضائے فلک پہ نشانِ حق
کتاب زر کے الٹنے لگا ورق
موتی گرے زمین پہ شاخیں لچک گئیں
بوسے لئے صبا نے تو کلیاں چٹک گئیں
نے نوید آمد فصل بہار دی
صبا نے دعوت چنگ و ستار دی
نے وہ کسوت نقش و نگار دی
آسماں نے دلائی اتار دی
بالائے چرخ صبح کا تارا چمک اٹھا
جیسے کسی بلاق کا موتی جھلک اٹھا

خورشید کی جبیں جو ذرا سی چمک گئی
لیلائے تیرگی کی کلائی مڑک گئی
پھر ایک ضو جو زرد شفق سے جھلک گئی
گویا شراب تہ سے مینا درک گئی
بنت عنب نے منہ سے جو گھونگٹ اٹھا دیا
مشرق نے اک شراب کا دریا بہا دیا
منہ گلستاں میں لیلیٰ شب کا اتر گیا
بھونرا فضائے باغ سے پرواز کر گیا
چمکی زمین، صبح سے بستاں ابھر گیا
پھر نظارۂ وقت گریزاں ٹھہر گیا
آیا جو لالہ زار میں جھونکا نسیم کا
اترا خمیدہ کنج میں ڈولا شمیم کا
پھوٹی کرن، زمیں کی گھٹن دور ہوگئی
شبنم کی بوند بوند خم نور ہوگئی
دنیا تمام جلوہ گہ طور ہوگئی
ہر پنکھڑی جوان ہوئی حور ہوگئی
تابش نوید شرح بے صدر ہوگئی
گویا جہاں میں صبح شب قدر ہوگئی

...ی ہوا دلوں کو جگاتی ہوئی چلی
...ے پیار کے گیت سناتی ہوئی چلی
...خواب گاہِ ناز میں گاتی ہوئی چلی
...روں پہ کاکلوں کو ہلاتی ہوئی چلی

دو دو چراغ کشتہ کی لَویں بکھر گئیں
غرفے جلے بھنوؤں کی کمانیں اتر گئیں

...کے افکار، ذہن میں جیسے کوئی قیاس
...ت عارضوں میں لئے صبح کی مٹھاس
...وں کی گرم بھاپ میں باسی گلوں کی باس
...وں میں رنگ رنگ میں خوابوں کا انعکاس

خوابوں کا انعکاس کہانی لئے ہوئے
انگڑائیوں میں کیف جوانی لئے ہوئے

...ہوئی ہواؤں میں چپکے ہوئے بدن
...وں میں فرشِ خواب کی غلطیدہ پیرہن
...وں کی سرخیوں میں یمِ بادہ موجزن
...وں پہ اینڈ اینڈ کے سونے کا بانکپن

ڈھلکے ہوئے تمام دوشالے پڑے ہوئے
لوٹے ہوئے زمین پہ مالے پڑے ہوئے

ڈوبے لٹوں کے سائے جبینوں کے ماہ میں
جیسے یقین کشمکشِ اشتباہ میں
راتوں کے چپک سایۂ زلفِ سیاہ میں
بوجھی نہ جائے، جو وہ پہیلی نگاہ میں

لب خفتہ زن مہارت مربوط نوال پہ
ٹھہرے، وہ گیت بج نہیں سکتے جو ساز پہ

اعضا کے پیچ و تاب میں خوابِ گراں کی رو
انفاس مشک بار میں سوزِ نہاں کی رو
رنگیں لبوں پہ آتشِ آبِ مغاں کی رو
آنکھوں کی سطح سرخ پہ اک داستاں کی رو

غلطیدہ فصلِ گل کی گھٹا چشمِ ناز میں
روداد شب تموجِ زلفِ دراز میں

انگڑائیاں جو آئیں تو آنکھیں چھلک گئیں
رگ رگ میں ولولوں کی کمانیں کڑک گئیں
رخسار پہ شباب کے کلیاں چٹک گئیں
جو چوڑیاں خموش پڑی تھیں کھنک گئیں

موباف میں اسیر شبِ تار ہوگئی
جوڑا بندھا تو صبح نمودار ہوگئی

موجِ نسیم، تان اڑاتی ہوئی چلی
مرغانِ خوش نوا کو جگاتی ہوئی چلی
چنچل کمر کا لوچ دکھاتی ہوئی چلی
…زیں چھیڑ کے آڑے سے بجاتی ہوئی چلی

کروٹ فضا پہ لی چمنِ روزگار نے
گل فرش پڑے، نقاب الٹ دی بہار نے

گھر سے چلے تو گھر گئے کرنوں میں سیم تن
سوتا ہوا شباب کی چاندی پہ ضوفگن
گرمی سے بڑھ گئی لب و رخسار کی پھبن
…رے کی تختیوں پہ مچلنے لگی کرن

چہروں کی آب و تاب جتوں خیز روپ میں
یا چاندنی کھلی ہوئی تو عمر دھوپ میں

…انوں کا جلوس چلا کوہسار سے
جھانکا کسی نے گوشۂ سرو و چنار سے
آنے لگی ہوائے فسوں لالہ زار سے
اٹھنے لگی دھوئیں کی گھٹا جوئبار سے

لائے بڑھے تو تور کی توجیں لٹک گئیں
گویا ہوا پہ عنبروں پلکیں جھپک گئیں

جھلکی بڑھی روانہ ہوئی نور کی سپاہ
دیکھے کلس، اٹھائی در و بام نے نگاہ
ماتھے پہ آسمان کے کج ہو گئی کلاہ
رکھ لی فضا نے سرخ شلوکے میں قرصِ ماہ

سبزے کی روح مست ہوئی جھومنے لگی
شبنم کے موتیوں کو کرن چومنے لگی

چلنے لگیں ہوائیں چہکنے لگے طیور
رنگیں بلندیوں پہ پھنکا ولولوں کا صور
ذرات کی جبیں سے ابلنے لگا سرور
پر پھڑپھڑا کے جاگ اٹھا خاک کا غرور

جھونکوں نے حوصلوں کو بڑھایا جو شان پہ
اڑنے لگا زمیں کا طبق آسمان پہ

صحرا و دشت و وادی و گل زار و گل چکاں
گنگ و ترنگ و رنگ، گہر بار و ضوفشاں
دراج و کبک و قمری و طاؤس، نغمہ خواں
ملاح و موج و قلزم و کشتی رواں دواں

ساحل کے موڑ، سرخ کمانیں لیے ہوئے
موجیں تمام، منہ میں زبانیں لیے ہوئے

وج فضا پہ رلیت زرتار گاڑ کر
لی ضیا افق کا گریبان پھاڑ کر
تے بسائے خاک نے تارے اجاڑ کر
گڑائی لی حیات نے افشاں کو جھاڑ کر
مستی چھٹی لبوں کی چمک دور تک گئی
کنگن گھمادیا تو کلائی دمک گئی

ش ہوا کی موج پہ گل زار نے ملا
تنکا کلائی میں جو بندھا، کھل گئی فضا
جوں کو دھوپ چھاؤں کا جوڑا عطا ہوا
می پڑی گلے میں تو گل زار جھوم اٹھا
اترا گلاب وقت جماد و نبات پر
سہرا بندھا جبین عروس حیات پر

لوؤں کا سیل، سوئے گل و یاسمن مڑا
سو کا جلوس جانب گنگ و جمن مڑا
ردوں کی سمت، [illegible] لعل یمن مڑا
ریائے سوئے ظن، طرف حسن ظن مڑا
لے لے کیا ستار ترانوں کی چھاؤں میں
گھنگھرو بندھے نگار خموشی کے پاؤں میں

سرخی بڑھی فضاؤں پہ تابندگی کے ساتھ
تابندگی، جمال کی رخشندگی کے ساتھ
رخشندگی، شمیم کی بالندگی کے ساتھ
بالندگی، رباب و دف و زندگی کے ساتھ
اور زندگی تصور مطلق لیے ہوئے
انفاس میں خروش انا الحق لیے ہوئے

دھن میں لیے زمیں کی طرف سرخوشی چلی
احساس کی ترنگ، سوئے بے حسی چلی
غفلت کی سمت از سر نو آگہی چلی
سونے کا تھال سر پہ لیے زندگی چلی
سارنگیاں چھڑیں چمن روزگار میں
"حق سرہٗ" کی گونج اٹھی لالہ زار میں

نازل ہوئے دلوں پہ بلوریں تصورات
پائی خیام ذہن نے زربفت کی قنات
کوندے پہ ہاتھ رکھ کے تھرکنے لگی حیات
چمک لیے ہوئے حرکت کی چلی برات
خورشید کے درود سے گل زار جاگ اٹھا
یوسف جو آئے مصر کا بازار جاگ اٹھا

لفظوں کی سوچ رنگ میں غلطاں ہوئے گہر
لہجے کی آب جو میں چلی کشتیٔ قمر
نوکِ قلم سے علم کی طالع ہوئی سحر
اور پھر سحر کی چھوٹ پڑی ذوالفقار پر
بالائے ذوالفقار علم جگمگا اٹھا
اور ضوفشاں علم پہ قلم جگمگا اٹھا

کھولی کلید فضل، کھلا قفلِ فیضِ عام
ناگاہ آسمان پہ گونجا زمیں کا نام
گردش میں آئے نعرۂ صلِ علیٰ کے جام
پڑھتے ہوئے درود، بڑھے انبیاء تمام
کعبے کے گرد ایک کرن گھومنے لگی
روحِ محمدِ عربی جھومنے لگی

شب ہائے این و آں میں ہوئی صبح منجلی
بادِ مرادِ ناز سے چٹکی کلی کلی
عرفانِ کائنات کی چمکی گلی گلی
اور روحِ ارتقا نے پکارا کہ "اے علی"
لے یہ کلیدِ علم یہ گیتی کا باب ہے
اس خاک کو ابھار کہ تو بوتراب ہے

تیں فراز روح پہ ابھرا اک آفتاب
یں کا نشاں خرد کا علم آگہی کا باب
ن ساز وحی نواز و حق آواز و حق مآب
تصور عرش صورتِ افلاک بو تراب
عرفان زندگی کا علم کھولتا ہوا
بند قبائے لوح و قلم کھولتا ہوا

یدا ہوا سرورِ ازل سلسبیل میں
زی شعاع بیٹھ فکرِ جمیل میں
وشن ہوئے چراغ دیارِ خلیل میں
جنش ہوئی دوبارہ پر جبرئیل میں
چھنے لگی شعاع تفکر کے باب سے
پھوٹی کرن، جبینِ رسالت مآب سے

نکھرا ادب، خیال کو حاصل ہوئی زباں
لی جبینِ حرف پہ معنی کی کہکشاں
چھلکیں شرابِ لغزشِ حق کی گلابیاں
ادرت نے پیش کیا تاجِ زرفشاں
یوسف بڑھے جمالِ فراواں لئے ہوئے
پریاں وہ آ گئیں تختِ سلیماں لئے ہوئے

... اور جلا چراغِ سر سبز آب و گل
... خوشیوں کو کھینچ کے چشموں کے متصل"
... چونکا انہیں، جو خاک کے ارماں ہیں مشتعل
... سینے میں اس زمیں کے دھڑکتا نہیں ہے دل

ڈوبی ہوئی ہے نبض جہانِ علیل کی
پیدا کر اس جمود میں رَو سلسبیل کی

... خاتمِ ہمہ آفاق کے نگیں
... کارساز نور، کلاہ سرِ یقیں
... بات کو زمیں پہ کوئی جانتا نہیں
... خدا اک چیز بھی موجود ہے کہیں

کوئی زمیں پہ لو ہے نہ ضو آسمان پر
بنیادِ اعتقاد رکھ اپنی زبان پر

... کبریا کے براہین ہیں طویل
... دین کے خلاف ہے دنیا کا ہر وکیل
... نقش و صانع و مصنوع کی دلیل
... دور میں ثبوت خدا کی نہیں کفیل

ہاں بابِ امن کھول درِ فتنہ بند کر
باتوں پہ ناطقے کے خدا کو بلند کر

ہاں، شمعِ ذات، خیرۂ الفاظ میں جلا
لیلائے حق کو محملِ تقریر میں بٹھا
گوشِ بشر کو چشمِ حقیقت مگر بنا
کانوں سے لوگ دیکھ سکیں جلوۂ خدا

تیرے بیاں پہ غل غلہ اٹھے درود کا
یوں پیش کر ثبوت خدا کے وجود کا

وحدت کے باب میں نہ اگر کد کرے گا تو
پائے گا کبریا کا تصور نہ آب رو
فکرِ بشر نماز پڑھے گی بلا وضو
تا یومِ دیں صنم میں رہے گی صنم کی بو

لپٹا ہوا تفکّر و وہم و قیاس میں
دائم خدا رہے گا بشر کے لباس میں

چمکے گا تیری فکر سے ہر گوشۂ جمال
لائے گا تو خیال کے موسم میں اعتدال
انساں کے ذہن میں ہیں جو اشکالِ ذوالجلال
اک تو ہی لا سکے گا ان اشکال پہ زوال

یہ تو کہے گا جلوۂ عجز و ادا نہیں
جو دیکھنے میں آ سکے وہ بت ہے خدا نہیں

دنیا کو تو، بتائے گا یہ نکتۂ جمیل
...نی ازل سے ایک توانائی جلیل
...س کی کوئی نظیر نہ جس کا کوئی عدیل
...س کارگاہ وقت گریزاں کی ہے کفیل

انفعال و انجذاب نہ وہ انعکاس ہے
دنیا سے دور ہے نہ وہ دنیا کے پاس ہے

...سان کے مزاج کی اس میں نہیں ہے بو
...ہ کچھ نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے سوائے ہو
...ہ شاہ۔ نرم طبع، نہ سلطان تند خو
...ہ دل نواز دوست نہ ہمت شکن عدو

وہ پائے بند رحم و وفا و جفا نہیں
جذبات جس پہ ٹوٹ پڑیں وہ خدا نہیں

...ں دن کو، تو کرے گا یہ رات سے جدا
...زلی حقیقتوں کو روایات سے جدا
...ٹ کو تمام قیاسات سے جدا
...ماء و وصف و سمت واشارات سے جدا

داغوں سے تو احد کے ورق کو بچائے گا
شخصی تعینات سے حق کو بچائے گا

پرکھے گا تیرا علم ہی اس کائنات کو
جانچے گی تیری عقل ہی خون حیات کو
وہ تو ہے جو کھرچ کے نقوش صفات کو
دیکھے گا اک حکیم کے مانند ذات کو

بے حد کو جس خیالِ حد سے چھڑائے گا
تو کبریا کو دام عدد سے چھڑائے گا

آب مکاں امام زماں آیۂ یقیں
کنز علوم کاشف سر کعبۂ یقیں
قاضیٔ دہر قبلۂ دوراں قوام دیں
خلاق عصر معنیٔ کن، میر عالمیں

تابندگی طرۂ طرف کلاہ علم
مولائے جاں رسول تمدن، الٰہ علم

آواز جاں نواز ترنم جہاں فروز
تیور تمام ساز تکلم تمام سوز
دانش بہ وہ بخت نظر مہر نیم روز
تقریر فہم باف، خموشی خیال دوز

تجھ سے جو آشنا ہے وہ جو ہر شناس ہے
تیری لسان دامن بشر کا لباس ہے

ں وہ سیل جوابات بے مثال
جس کی موج سے ہر تشنہ لب سوال
ایک لفظ دو صد کتب خیال
زباں میں روشنی وجہ ذوالجلال
ہوتا نہ تو تو ساں نہ حق الیقین ہے
قرآن کی زباں نہ کھلی زمیں پہ

تا ہے گاہ میں طوفان کہکشاں
بے سواد میں شہروں کے کارواں
و وجود میں صحرائے بے کراں
جیب تنگ میں فرہنگ این و آں
کانٹے میں سیل جلوۂ گل دیکھتا ہے تو
ہر جز و میں تجلی کل دیکھتا ہے تو

صدق کے محیط، حقائق کے آبشار
ں کے بادشاہ معارف کے تاجدار
م کے خدیو، تفکر کے شہر یار
شر کو فکر و عمل کی طرف پکار
ہاں! سچ زندگی کی شش ہے ترا وجود
ایفائے عہد رحمت حق ہے ترا وجود

تجھ کو ہے کس قدر ابدیت سے اتصال
تیرا ہر اک دقیقہ دوصد قرن بے مثال
تیری ہر ایک موج نفس میں صد عال
رفتار نور کے ہیں پرافشاں ہزار سال
تیرا مقام دائرہ عز و جل میں ہے
عمر مسیح و خضر ترے ایک پل میں ہے

جلوت میں بادشاہ ہے خلوت میں تو فقیر
جنگاہ میں جوان، حریم خرد میں پیر
دشت وفا میں طفل ادب گاہ میں صغیر
میدان میں حدید مقالات میں حریر
سو معجزوں کا عطر ہے تیری حیات میں
اضداد کس قدر ہیں تری ایک ذات میں

شہر ادب مفسر آیات دل نشیں
ثنا وطن، مصور اشکال نازنیں
میر دماغ، محور دل، مصدر یقیں
دستور حق، مبصر دنیا، فقیہ دیں
باعث شرح و زورق تکوین زندگی
خاقان دہر و واضع قانون زندگی

کی قاہری کا تسلط ہے دیں پر
ں کا قدم ہے سر ملتیں پر
پ اسے ابد کے نور شہود و یقیں پر
آسمان رشد اتر آ زمیں پر
یوں گوش دل میں جذب یہ گفتار ہو گئی
پیدا علی کے ساز میں جھنکار ہو گئی

جبیں جھکائے فضا کے تمام تار
ے کی شعاع سمٹنے لگا غبار
سلام ادب سے جھکا فرق روزگار
دی نقیب فلک نے کہ ہو شیار
تھامے رکاب دولت دنیا و دیں چلی
سوئے زمیں سواری عرش بریں چلی

حریم عالم ارواح کی اڑی
حجاب قدس سے اک زندہ روشنی
روح پنجتن پاک ہو گئی
حواس خمسۂ آفاق جل اٹھی
تاریکیوں سے روئے زمیں پاک ہو گیا
روشن تمام مطلع ادراک ہو گیا

کعبے سے آفتاب امامت عیاں ہوا
حلال مشکلات رسالت عیاں ہوا
بھید نظام مخفی قدرت عیاں ہوا
وارث کاروبار مشیت عیاں ہوا
خلاقیت کا ذوق سر افراز ہو گیا
اک دور علم و فکر کا آغاز ہو گیا

تجھ سے فروغ کشور دنیا و دیں میں ہے
خم خانۂ وجود ترے ساتگیں میں ہے
دریائے جود و فضل تری آستیں میں ہے
قرآں ترے خطوط جبین مبیں میں ہے
مرکز ہے تو زمین پہ حسن قبول کا
تو ہاتھ ہے خدا کا قلم ہے رسول کا

تیرا جمال ہے کہ سرو برگ لالہ زار
تیرا جلال ہے کہ تجلائے ذوالفقار
تیرا دماغ ہے کہ نوید کشود کار
تیری نگاہ ہے کہ شعاع ابد سوار
تیری یہ ضو ہے گنبد لیل و نہار میں
یا حرف کن ہے خاطر پروردگار میں

تیرا وجود پاک نظر گاہ مہر و ماہ
آنکھیں چراغ کعبہ زباں ساز لاالہٰ
نقش قدم جبین سماوات کی کلاہ
ام الکتاب چہرہ تو حل تجلی نگاہ
شکل بشر میں آیۂ صدق و صفا ہے تو
اک ذی نفس دلیل وجود خدا ہے تو

اے رو بہ ہجرت و اے ہادی نکو
عرفاں کا تو شکوہ رسالت کی آبرو
تو ہی ہے اے ہدیٰ دارالقضائے جو
جامع روزگار کی دیرینہ آرزو
اُٹھ زندگی کو فکر ہے اپنے علاج کی
حاجت ہے ایک بندۂ یزداں مزاج کی

محراب تیرگی جو ہوئی روشنی سے شق
سلطانِ زندگی نے اٹھایا رباب حق
خود سے کتاب علم کے کھلنے لگے ورق
نکلا حریم حرف سے ہر معنی ادق
دورِ خزاں چمن سے بحران نکل گیا
اک مکتب جدید کا دروازہ کھل گیا

جھومی دیارِ نطق میں ابلاغ کی بہار
لفظوں کے زیر و بم میں چھڑے روح کے ستار
فقروں کی تہہ میں پرافشاں ہوئے شرار
گرنے لگے زمیں پہ ستاروں کے آبشار
لہجے میں ایک نہر کی سماع ہو گئی
لب مل گئے زبان کی معراج ہو گئی

سینوں میں آگہی کا شرر جگمگا اٹھا
گیتی پہ ماہ علم و ہنر جگمگا اٹھا
گردوں پہ مہر فقر و نظر جگمگا اٹھا
رخسارۂ قضا و قدر جگمگا اٹھا
دوشِ طرب پہ زلفِ مشیت بکھر گئی
بکھری کمر تک آئی کمر سے گزر گئی

یاقدرتی کمال کا پاگل ہوا اثر
چمکے دماغ فکر نئی جنس سحر
بے چارگی کی خشت سے اٹھا سر بشر
بے مایگی کی خاک سے ابھری کلاہ زر
ذرات تو وسیلہ کو چھوا نجوم نے
آفاق کی فضاؤں پہ قوسِ علوم نے

یکجا ہوئے تمام براہین منتشر
خلعت ملا دلیل کو منطق کو چتر زر
اک نقطۂ عظیم پہ قائم ہوئی نظر
معنی ہوئے طویل مقالات مختصر
فیضِ تفکر سے کھوئی ہوئی شان مل گئی
فکرِ دقیقہ سنج کو میزان مل گئی

گل ہو گیا زمین پہ اوہام کا چراغ
تشکیک سے یقین کو حاصل ہوا فراغ
جھوما نسیم عقل سے نوع بشر کا باغ
اترا دماغ دل میں تو دل بن گیا دماغ
جیسے ہی نصف نور ملا نصف نور سے
اپنے کو کردگار نے دیکھا غرور سے

منبر پہ آفتاب تکلم عیاں ہوا
موج مے غدیر لئے خم عیاں ہوا
دریائے مرحمت میں تلاطم عیاں ہوا
الطاف کے لبوں پہ تبسم عیاں ہوا
ڈالی نگاہ فخر سے دنیا نے دین پر
قرآن آسمان سے اترا زمین پر

اسرار کائنات الٹنے لگے نقاب
تعبیر کے حدود میں آئے زمیں کے خواب
معنی سے روشناس ہوا حرف خاک و آب
ایوان روزگار میں یوں آئے بوتراب
جیسے ورود شبنم تابندہ پھول پر
گویا نزول وحی بطون رسول پر

احساس اندفاع کو طبل و علم ملا
قرطاس بے سواد کو زریں قلم ملا
زلف تصورات الوہی کو خم ملا
اللہ کو ثبوت نبی کو حشم ملا
فیض سخن سے دین کی تکمیل ہو گئی
اجمال ذوالجلال کی تفصیل ہو گئی

لیلائے زندگی کے بجا ہو گئے حواس
پہنا تصورات نے افکار کا لباس
ایوان علم و حلم کی محکم ہوئی اساس
پیدا ہوئی زمین پہ اک قوم حق شناس
جس سے بنائے قصر خدا داد پڑ گئی
اک مطلع نگاہ کی بنیاد پڑ گئی

ک مختصر گروہ کے بڑھنے لگے قدم
ہم ہوا مزاج سلاطین ذی حشم
ر بھی درون لشکر اشرار تازہ دم
علان امرِ حق کے اٹھائے گئے علم
ظلمت کے رہ رووں کو دکھائے گئے چراغ
صحرا کی آندھیوں میں جلائے گئے چراغ

س سے اگیں نقوش وہ تصویر بن گئی
تصویر اک شعاعِ جہاں گیر بن گئی
کانپی شعاعِ مشرق تفسیر بن گئی
تفسیر اک سعادت کی زنجیر بن گئی
زنجیر طاقِ روح کی قندیل ہو گئی
قندیل قوسِ عرش میں تبدیل ہو گئی

تاباں ہوئے علوم درخشاں ہوئے عقول
روشن ہوا زمینِ تدبر کا عرض و طول
معقولیت کے سر کو ملا افسرِ قبول
شائستہ زندگی کے مرتب ہوئے اصول
جو برقِ طورِ فکر ہے وہ نور مل گیا
دنیائے بے نظام کو دستور مل گیا

محرابِ حق میں روحِ خطابت ہوئی عیاں
جھومیں سروں پہ رُشد و ہدایت کی بدلیاں
اٹھی نگاہ خم ہوئے ابرو کھلی زباں
دوڑے ہوا پہ تیر چمکنے لگی کماں
نکلی جو منہ سے بات دلوں میں اتر گئی
ذہنِ گریز پا کی سواری ٹھہر گئی

پیدا ہوئے حدیقۂ ملت میں برگ و بار
زائل ہوا معاشرۂ حق کا انتشار
سیدھی ہوئیں صفیں تو مرتب ہوئی قطار
مضرابِ اتحاد سے کانپے دلوں کے تار
ماتھے پہ نقش ابھرے تو رستہ بن گیا
یک جا ہوئے نفوس تو گلدستہ بن گیا

پایا حصارِ فرش نے عرشِ بریں کا باب
بیداریوں کی رو سے اٹھے پردہائے خواب
انفاسِ زندگی کا مرتب ہوا حساب
اک لائحۂ عمل کی مدوّن ہوئی کتاب
سلمائے زندگی کی تمنا نکل گئی
خاکِ سیاہ نور کے سانچے میں ڈھل گئی

… نگاہ فضل سے بارش کمال
… رخ کلام پہ تخیل کا جمال
… ن کے جام نے افسردہ ہلال
… ب کے باغ پہ خورشید کا زلال
بازار آب و رنگ میں فن کار آ گئے
شمعیں اٹھائے ثابت و سیار آ گئے

… نظر نے خاک کو بستاں بنا دیا
… ریشۂ گیاہ کو مژگاں بنا دیا
… روخس کو سنبل و ریحاں بنا دیا
… اغ بے ثمر کو رگ جاں بنا دیا
بے آبرو زمین کو گل زار کر دیا
تاروں کا رس نچوڑ کے ذروں میں بھر دیا

… ے ضمیر ذہن کو حاصل ہوا سرور
… جاں کے طاق میں چمکا چراغ طور
… آسماں کے منور ہوئے قصور
… ن کے حروف میں داخل ہوا شعور
ذوق سخن کو قوت اعجاز مل گئی
تخئیل کردگار کو آواز مل گئی

پھر سلام لیلۂ ارض و سما اٹھی
دیکھا رخ قبول تڑپ کر دعا اٹھی
چمکیں فضائیں نیند سے ٹھنڈی ہوا اٹھی
قبلے سے جھومتی ہوئی کالی گھٹا اٹھی
کیا رت جھکیں قبلۂ حاجات آ گئی
ساقی خدا کا شکر کر برسات آ گئی

برسات بنت رادوی و جمنا و نیل و گنگ
بین و درود بربط و عود و رباب و چنگ
طنبورہ و ترانہ و طاؤس و جل ترنگ
شعر و شراب و شاہد و شب ناز و رقص و رنگ
برسات کی ہوائے معطر کا واسطہ
مے خانہ کھول ساقی کوثر کا واسطہ

ساقی ڈٹی ہوئی ہے خراباتیوں کی صف
پھیلا ہوا ہے ابر گہر بار ہر طرف
بوتل کا کاگ کھول اٹھا کیف بار دف
لا بادۂ مدینہ و پیمانۂ نجف
تطہیر کی ردا ہے فلک پہ تنی ہوئی
دے واسطہ رسول خدا کی چھنی ہوئی

… گلفشہ باد وہ ہے خانہ کھل گیا
…یاں ہواؤں پہ گرجیں وہ دف بجا
… وہ بجلیاں وہ پُر افشاں ہوئی فضا
… اٹھی وہ زمزمہ گونجا وہ کاگ اڑا
قفلِ باب منزل و مقصد ہوئی پری
قصر بلور سے وہ بر آمد ہوئی پری

… برس رہی ہے گھٹا بولتی ہوئی
… زمیں پہ لعل و گہر رولتی ہوئی
… میں کشتیوں کی طرح ڈولتی ہوئی
… سے دلوں کی گرہ کھولتی ہوئی
درکھول قصر بادۂ انساں نواز کا
یہ وقت ہے شگفتن گل ہائے ناز کا

… فلک پہ ابر بھرے مئے بچوں نے جام
… پہ رنگ مل کے جھلکنے لگے خیام
…لی کی موج سے گونجے ستون و بام
… تمام دوڑ چلے بہر انتظام
محراب حق کا نور نے پردہ اٹھا دیا
جا وہ آسماں نے زمیں پہ بچھا دیا

کیا ہے کعبے کا رخ عالی ہے مرحبا
مسند پہ انبیا تو لیں قم ملا بیکا
شیشوں پہ ہے بخط جو ابر لکھا ہوا
بلخ و کاظمین و خراسان و سامرا
محراب پہ ہے درج یہ منزل شرف کی ہے
یہ کربلا کی مے ہے وہ صہبا نجف کی ہے

غلماں ادب کے ساتھ لئے جام زر نگار
رطل گراں کے طوف میں حوران گل عذار
خدام کے لباس میں شاہان ذی وقار
رندوں کے سر پہ دامن مولائے روزگار
قم آسمان ساغر آبی لئے ہوئے
شانے پہ کائنات گلابی لئے ہوئے

گونجی ہوئی فضاؤں پہ مستانہ ہاؤ ہو
قل قل کی رو میں شعلۂ آواز "واشربو"
ذروں سے بات چیت ستاروں سے گفتگو
آواز میں ولا کے چھلکتے ہوئے سبو
خاصان حق شراب مودت پئے ہوئے
بیٹھے تمام اجر رسالت لئے ہوئے

…ے چنگ نغمۂ افسوں لئے ہوئے
…ے امنگ دولت قاروں لئے ہوئے
…ے ترنگ شوخی مجنوں لئے ہوئے
…ے رنگ قامت موزوں لئے ہوئے

ہر بار ایک تان نئی ٹوٹتی ہوئی
ہر زمزمے سے ایک کرن پھوٹتی ہوئی

…ں میں روح کا وہ کشاں ناچتی ہوئی
… میں برق رطل گراں ناچتی ہوئی
… پہ صبح باغ جناں ناچتی ہوئی
… پہ عمر رواں ناچتی ہوئی

چہروں پہ شام و جام کی سرخی رچی ہوئی
رگ رگ میں ساز و ناز کی دھومیں مچی ہوئی

…ں میں فرق ہائے گلستاں کھلے ہوئے
… قصر دولت ایماں کھلے ہوئے
…ائے یوسف کنعاں کھلے ہوئے
…ے قریب رحل پہ قرآں کھلے ہوئے

زنداں سرفراز پہ افشاں ہواؤں پہ
باتوں پہ عرش فرق سماوات پاؤں پہ

غلطیدہ آسماں پہ فرشتوں کی روشنی
اور خم کدے پہ عزت و قرآں کی روشنی
قرآں پہ رسول کے دہاں کی روشنی
اور چہرۂ رسول پہ یزداں کی روشنی

یزداں کی روشنی کا تموج قلوب میں
اک سیل رنگ و نور شمال و جنوب میں

افسوں بدوش بار گہ آب آتشیں
اک نقطۂ طلسم پہ ٹھہری ہوئی زمیں
اور قلب پہ محیط باندازِ دل نشیں
ایسی اک آن وقت کا جس میں گزر نہیں

کثرت نوائے نغمۂ وحدت لئے ہوئے
ہر لمحہ جیب میں ابدیت لئے ہوئے

اللہ ری موج نشۂ عالی کی سروری
ساقی کچھ اور گھوم گیا چرخ چنبری
گونجی بلندیوں پہ وہ آواز قیصری
ہاں اور سوئے خم وہ مزا قلقل بوذری

ہاں ہاں اسی روش سے چلے دور ساقیا
وہ موج سلسبیل اٹھی اور ساقیا

ں میں وہ کشتی ایماں رواں ہوئی
میں روح بحر شکن پہ فشاں ہوئی
ح سے وہ چادر تہذیب عیاں ہوئی
یاں بجے وہ بھنور میں اذاں ہوئی
برپا دیار سیل میں کہرام ہو گیا
طوفاں وہ دیکھ لرزہ براندام ہو گیا
ہوا تراتہ تہلیل ہو گئی
ں ترے شہ پہ جبرئیل ہو گئی
ذوالجلال کی تعمیل ہو گئی
ے کردگار کی تکمیل ہو گئی
انساں کی عظمتوں کے دفینے ابھر گئے
وہ دیکھ زندگی کے سفینے ابھر گئے
سلطنت کے وہ درغرق ہو گئے
یں ہوا بھری تھی وہ سرغرق ہو گئے
ر ہائے لعل و گہر غرق ہو گئے
لہو کی موج بھنور غرق ہو گئے
چمکے علم وہ گنبد بدر و حنین پہ
دمکا وہ تاج فتح جبین حسین پہ

پھر موج اک اٹھی وہ بطِ مے میں ساقیا
جاگا خروشِ فتح ہر اک نے میں ساقیا
نکلی ضیائے کون و مکاں لے میں ساقیا
وہ پو پھٹی فضائے رگ و پے میں ساقیا
گونجی صدائے نعرۂ دل کائنات میں
شہنائیاں بجیں وہ حریم حیات میں
لے وہ نجف کی سمت سے آنے لگی صدا
اے جوشِ نکتہ سنج مری انجمن میں آ
آ اور جھوم جھوم کے نغمات تو سنا
ساقی مرا سلام ادب لے کے میں چلا
مولائے کائنات اور آواز دے مجھے
اے جبرئیل قوت پرواز دے مجھے

یہ رات جو گنگنا رہی ہے ساقی
پیغام عروج لا رہی ہے ساقی
کوثر پہ ہے انتظار شاید میرا
آوازِ حسین آ رہی ہے ساقی

وحدتِ انسانی



اے دوست دل میں گردِ کدورت نہ چاہیے
اچھے تو کیا بروں سے بھی نفرت نہ چاہیے
کہتا ہے کون، پھول سے رغبت نہ چاہیے
کانٹے سے بھی مگر تجھے وحشت نہ چاہیے
کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو مرغزار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیمِ بہار کا
جو موج دشت میں ہے وہی لالہ زار میں
جو رو سراب میں ہے وہی جوئے بار میں
جو شے ہے برگِ گل میں وہی نوکِ خار میں
تفریق ناروا ہے خزاں اور بہار میں
وضع و روش میں فرق سہی جان ایک ہے
قیود جدا جدا ہیں مگر آن ایک ہے

میں لپک ہے وہی جو ہے نور میں
میں دمک ہے وہی جو ہے طور میں
میں بھی جھلک ہے وہی جو ظہور میں
میں بھی کھنک ہے وہی جو بلور میں
یہ فرق اسم و شکل فریب نگاہ ہے
اے دوستو دوئی کا تصور گناہ ہے

کی نسل سے ہیں خس و خار و شاخ سار
کے خاندان سے ہیں خشک برگ و بار
بکھری ہے اک اجڑی ہوئی بہار
سے دیکھ، باغ کے ذرات سوگوار
کل دے کر ان کو لوچ، نسیم و سحاب کا
خاک چمن نے روپ بھرا تھا گلاب کا

ہیں جو مرا کے یہ بے جان پتیاں
ذرا بچا کے چل او خیل رہرواں
ب کر تھیں گھٹائیں زر افشاں ہوئے چکاں
تھے اپنی چھاؤں پہ پھولوں کے کارواں
بازار سہ رنگاں تھا قطار خیام تھی
کل اپنے سائے میں بھی بڑی دھوم دھام تھی

ہوتے ہیں پائمال تو کہتے ہیں زرد پھول
کل رحمت نسیم کا، ہم پر بھی تھا نزول
خوبان بوستاں میں، ہمارا بھی تھا شمول
اے راہ رو، نہ ڈال ہمارے سروں پہ دھول
ہر چند انجمن کے نکالے ہوئے ہیں ہم
لیکن صبا کی گود کے پالے ہوئے ہیں ہم

ہم تھے کبھی بنفشہ و نسرین و یاسمن
نیلوفر و ہزارہ و سوری و نارون
داؤدی و شقائق و صدبرگ و نسترن
ترکان زرجبین و حسینان سیم تن
سینوں پہ لوٹتے تھے ہوائے بہار میں
ہم کل گندھے ہوئے تھے حسینوں کے ہار میں

کہتے ہیں زرد رنگ بعد گریہ و بکا
ہم پر بھی ایک روز غضب کا نکھار تھا
اپنے حصار وسقف میں اس طرح تھی صبا
گھونگھٹ میں سر عروس کا جیسے جھکا ہوا
کیا بات پوچھتے ہو، اس اجڑے دیار کی
آئی تھی کل ادھر بھی سواری بہار کی

بے جان و جان دار کی بنیاد ایک ہے
ارض و سما کی علت ایجاد ایک ہے
بت سیکڑوں ہیں حسن خدا داد ایک ہے
سب دل الگ الگ ہیں مگر یاد ایک ہے

یکساں ہے مال گو ہیں دکانیں جدا جدا
معنی ہیں سب کے ایک زبانیں جدا جدا

تر دامنی و عصمت و کفر و پیمبری
ابرو شعاع و سایۂ دیجور و تیرگی
خورشید و ماہ و ذرہ و ناہید و مشتری
بلور و سنگ و جوہر و حیوان و آدمی

اور یہ جو دشت و کوہ و بیابان و باغ ہیں
سب ایک خاندان کے چشم و چراغ ہیں

بے شک جو بٹتا ہے دھڑکتے دلوں کو چین
اسکا وجود بزم جہاں کی ہے زیب و زین
لیکن وہ بدشعار جو ہے ننگ مشرقین
وہ شخص بھی ہے آدم و حوا کا نور عین

نفرت سے یوں نہ چاک وفا کا لباس کر
اے بھائی اپنے باپ کے بیٹے کا پاس کر

...تا ہوں پھر کہ دل میں کدورت نہ چاہئے
...ست کے سر پہ ضربت کثرت نہ چاہئے
...ق اکائی میں عددیت نہ چاہئے
...یت و شر و عصبیت نہ چاہئے

آفاق ایک جسم ہے اور ایک ذات ہے
اے دوست، وہم غیر، جہالت کی بات ہے

...ہر میں ہے جو بات عرض میں بھی ہے وہی
...کے گلے میں بخ کی ہیں بانہیں پڑی ہوئی
...موج رنگ خاک گلستاں ہے پنکھڑی
...و اگر تو دھوپ کا اک رخ ہے چاندنی

آتش ہے طبع شاخ صنوبر لئے ہوئے
اخگر بھی ہے مزاج گل تر لئے ہوئے

...ر ہی میں نہیں ہیں چشمے رواں دواں
...یائے سم میں بھی ہیں بہاروں کی کشتیاں
...ر ہی میں نہیں ہیں لطافت کے گلستاں
...اں کے جسم پر بھی ہے تشریف پرنیاں

گل ہی نہیں ہے نور نظر ماہ و طین کا
خاشاک نے بھی دودھ پیا ہے زمین کا

وشنی چکاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
یرگی فشاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ار مہرباں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
و عدوئے جاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
تو بھاگ، خواہ موت سے یا زندگی سے بھاگ
اے آدمی، کبھی نہ مگر آدمی سے بھاگ

ے چراغِ روحِ زمیں کو ابھار کر
بشر کو دعوتِ حق دے پکار کر
ے کوئی تو کوششِ اصلاح کار کر
ہاتھ آسکے گا نہ انساں کو مار کر
نفسِ مرض کو درخورِ لطف و عطا نہ کر
اے چارہ گر مریض پہ لیکن جفا نہ کر

رحمت کا بن اے رحمت مآب
ل سے کھول دلوں میں طرب کے باب
پ کردلوں کو بہ اندازۂ سحاب
پہ نور پاش ہو مانندِ آفتاب
انساں کو نہ دیدۂ جور و جفا سے دیکھ
اے بندۂ خدا تو نگاہِ خدا سے دیکھ

انسان کے خمیر میں ہے عنصرِ گناہ
ملت کے جور و ظلم سے معلول ہے تباہ
گم راہ کوئی شخص نہیں ہے بخدا گواہ
سب فریبِ جادہ ہیں گم کردگانِ راہ
ہر فرد جبر ہائے ملل کا غلام ہے
نفرت، شریعتِ بشری میں حرام ہے

ہر تیرگی ہے اصل میں اک خفتہ روشنی
گم کردہ راہ خیر ہے دنیا کی ہر بدی
طغیانِ ذوقِ دید صمد ہے صنم گری
بھٹکا ہوا تصورِ وحدت ہے شرک بھی
جوہر وہی حدوث میں ہے جو قدم میں ہے
ضو ایک ہی چراغ کی دیر و حرم میں ہے

قوموں کے درمیاں جو ہیں یہ بحر و کوہسار
یہ بعد ہائے تفرقہ انگیز و رشتہ خوار
یہ اختلافِ لہجہ و نیرنگیٔ شعار
یہ رنگ و نسل و قوم و عقائد کی گیر و دار
ان سب کا تیل جوئے اخوت کو پاٹ کر
اترا رہا ہے خون کے رشتوں کو کاٹ کر

...نچے پہاڑ سامنے آ آ کے ڈٹ گئے
...ہوئے خلوص کے دامن سمٹ گئے
...وطن کے ناگ دلوں سے لپٹ گئے
...تمام گرد کدورت سے اٹ گئے
جیتے تھے کوہ مہر و وفا کاہ ہو گئے
رشتے ہوئے دراز تو کوتاہ ہو گئے

...بھائی ہے کہ دماغ۔ پہچانتا نہیں
...بھائی بھائی ہیں ولی جانتا نہیں
...دوسرے کو دیکھ بھی گردانتا نہیں
...ایک کوکھ سے ہیں کوئی مانتا نہیں
ارباب آشتی ہمہ تن جنگ ہو گئے
ہم جس قدر وسیع ہوئے تنگ ہو گئے

...ں کا نچوڑ ہے سمائے زندگی
...و ہر ایک روپ میں رہتا ہے آدمی
...پنی اصل سے کوئی ہوتا نہیں کبھی
...ین و نسل و رنگ کی باتیں ہیں بعد کی
تو سب سے پیشتر فقط انسان ہے نہ بھول
انساں کے بعد گبر و مسلمان ہے نہ بھول

انساں اگر ہے شیوۂ شرک دوئی کو چھوڑ
انساں کشی کی آڑ میں ہاں خود کشی کو چھوڑ
توہین ارتباط خفی و جلی کو چھوڑ
ناداں اہانت گہر زندگی کو چھوڑ
پالیں آرزو پہ نہ گرم خروش ہو
اے باغی مصالح قدرت خموش ہو

عالم تمام ہے تو حسن خیال ہے
جو مرد ہے وہ مادر گیتی کا لال ہے
کل دہر ایک صورت اصلی کی آل ہے
تقسیم خون حضرت انساں محال ہے
انساں بہم ہوں غیر یہ کیسا جنون ہے
جس رگ میں بھی رواں ہے وہ تیرا ہی خون ہے

جو کچھ بھی اس زمین پہ ہے خوب ہو کہ زشت
الماس و لعل و گوہر و مرجان و سنگ و خشت
کاشی و دیر و خانقہ و کعبہ و کنشت
ارض و سما و شمس و قمر، کوثر و بہشت
نکلی تری قسیم تو یہ کارواں چلا
یہ سب تری تلاش میں ہیں تو کہاں چلا

…ا دل جو ہلا دے وہ چال چل
…ی ہر لکیر بگڑ جائے یوں مسل
…یں وطن کو خدیو جہاں نکل
…ج عزم ساحل آفاق پہ مچل
ہاں بام افتراق کو زیر کمند کر
اٹھ اور نوائے وحدتِ انساں بلند کر

…ق و سیرت و اشکال و رنگ دیں
…ے علت بشری کو غرض نہیں
…ر نہ ذہن سے یہ نکتۂ حسیں
…ے زباں پہ تری "میں" جو ہمنشیں
یہ "میں" نہیں ترا ہی خم و چم لئے ہوئے
یہ "میں" تو ہے نظام دو عالم لئے ہوئے

…ی ہے وادی گنگ و جمن سے دور
…زہ زار و سراب و دمن سے دور
…خ و راہبر و برہمن سے دور
…سوم و نسل و زبان و وطن سے دور
تیرا وجود فخر ضمیر حیات ہے
تو محض ایک فرد نہیں کائنات ہے

اے دوست سعی امن ہے بشاد و با مراد
انساں کے دماغ کا سرطان ہے عناد
روحِ بشر کی موت ہے خونخواری و فساد
اپنے غضب سے جنگ ہے سب سے بڑا جہاد
لاکھوں میں بے نظیر کروڑوں میں فرد ہے
جو مسکرائے طیش میں بے شک وہ مرد ہے

لوہے میں ذوق ہے نگاہ وفا شعار
آدمی کو باندھتا ہے لگاوٹ کا ایک تار
توپوں کو روندتی ہے اک آہنگ مہر بار
پتھر میں تیرتی ہے محبت کی نرم دھار
دشمن کی سمت ایک ذرا مسکرا کے دیکھ
اس حربۂ لطیف کو بھی آزما کے دیکھ

قاتل بھی ہو رہا ہو اگر پیاس سے نڈھال
پانی اسے پلا کہ یہی ہے وہ کمال
دشمن بھی گر رہا ہو تو ہاں دوڑ کر سنبھال
تھوکے بھی کوئی منہ پہ تو ماتھے پہ بل نہ ڈال
دل کی سپر پہ تیغ کا ہر وار روک لے
تارِ نگاہِ لطف پہ تلوار روک لے

…ہے فتنہ عفو و ترحم کے سامنے
…ہے طعنہ حسنِ تکلم کے سامنے
…ہے شورِ جنگ ترنم کے سامنے
…کانپتی ہے تبسم کے سامنے

بدلے کی رسم دیں و قانوں حرام ہے
احسان اک شریف ترین انتقام ہے

…دیا حریف کسی کو سمجھ نہ غیر
…ہوئے مرحمت و آشتی میں بیر
…امرائے دل حق بین و عرش سیر
…معاملات کی حد تک ہے امر خیر

لیکن معاملات کا انداز اور ہے
اس انجمن کے ساز کی آواز اور ہے

…ن فتنہ ہو جس وقت بارور
…کے صحن میں اڑنے لگے غبار
…اجتماع میں پیدا ہو انتشار
…معاشرہ میں تزلزل ہو آشکار

اور یہ نظر پڑے کہ زمیں داد خواہ ہے
اس وقت خوئے مہر و محبت گناہ ہے

جس وقت اک گروہ شریر و جفا شعار
جبار و قہر بار و ستمگار و ہرزہ کار
خود بین و خود فریب و خود آرا و خود شمار
باطل نواز و خانہ بر انداز و حق شکار

دامانِ صلح و جیبِ اماں پھاڑنے لگے
ہر بام پر جنوں کے علم گاڑنے لگے

توڑے ہر ایک شاخ، نچوڑے ہر ایک پھول
رلنے لگے علوم کھرچنے لگے عقول
ڈھانے لگے حقوق ڈسنے لگے اصول
بونے لگے ظلوم اگانے لگے جہول

کھینچنے لگے نقوش جاہ و جلال کو
سینچنے لگے تصور جنگ و جدال کو

محلوں میں جلوہ ریز ہوں ارذال خیرہ سر
چالاک رہزنوں کو ملے منصب خضر
سفلوں کو ہو نشست سر تخت سیم و زر
اقطاب روزگار کے بستر ہوں خاک پر

آئے اجل عوام کی جانوں کے واسطے
دنیا ہو صرف چند گھرانوں کے واسطے

کی زبان پہ ہوں لن ترانیاں
خود غرض کو ملیں حکمرانیاں
حقیقتوں کی زمین پر کہانیاں
لگیں عوام کو گوارا گرانیاں
سفلوں سے بھیک اہل سخا مانگنے لگیں
مرنے کی اہل علم دعا مانگنے لگیں
اصفیا کو لعیں روندنے لگیں
کو ماہ و سال غلط لوٹنے لگیں
و وفا کو اہل جفا روندنے لگیں
ہر ایک سمت سے کوندنے لگیں
عد یہ ہے دیر نعرہ لگا کر مصاف کا
کرنے لگے حرم سے تقاضا طواف کا
ت کی آگ کو سب دھونکنے لگیں
وہ ہو کر ارض و سما اونگھنے لگیں
کے دیار میں بن ہونکنے لگیں
لگیں چراغ دھوئیں چونکنے لگیں
اتنے بجھیں کہ دھوپ میں تارے نکل پڑیں
گروہ ہو کہ تیغ سے شرار سے نکل پڑیں

اس وقت فرض ہے کہ برائے مفاد عام
اک مرد حق پناہ اٹھے بہر انتظام
پہلے کرے زباں سے ہدایت کا اہتمام
مانے نہ پھر بھی کوئی تو لے کر خدا کا نام
پائے ہوس سے طاقت رفتار کھینچ لے
میدان میں میان سے تلوار کھینچ لے
ایسے ہی ایک دور میں اک مرد حق پناہ
پروردگار ملت و پروردۂ الٰہ
گلزار نور خور خیابان مہر و ماہ
مولائے راہ راست شہنشاہ کج کلاہ
سب عقدہ ہائے انفس و آفاق کھول کر
آیا تھا کارزار میں تلوار تول کر
آتا نہ کیوں کہ صبح پہ چھائی ہوئی تھی شام
تاریک تھے حریم تجلی کے سقف و بام
بدنظمیوں کی راہ پہ تھا پائے انتظام
دنیا کے دست حرص میں تھی دین کی زمام
تھا اک سکوت خلوت ذات و صفات میں
قرآں تمام ڈوب رہا تھا قرات میں

...ے تھے بام تمدن پہ وہ ظلم
...کے جلو میں صاعقہ جن کی ہوا میں سم
...کا ہی نفاق تھا جس کا خدا درم
...ر رسولؐ پہ رکھنے کو تھا قدم
دل ہل رہا تھا بحر و بر و مہر و ماہ کا
تھرا رہا تھا تخت رسالت پناہ کا

...ہوئے جہل سے شمع علوم تھی
...بزار میں آواز بوم تھی
...صبا پہ کشتی باد سموم تھی
...کا جنازہ اٹھانے کی دھوم تھی
شور دعا ابھار کے ذوق گناہ کو
دفنا رہا تھا اشہـــدان لا الـــــہ کو

...ت کی پشت پہ تھا لشکر گراں
...ر کی جلو میں بجز مزاج داں
...تھا دلوں میں کچھ اس طرح نوحہ خواں
...رح سے یزید کی خرگاہ میں اذاں
ایمان یوں اسیر محن تھا سپاہ میں
جیسے یقیں کا نور ہو گم اشتباہ میں

صحرا کو تھی حکومت بستاں کی آرزو
دیو بچہ کو تخت سلیماں کی آرزو
بردہ کو حسن یوسف کنعاں کی آرزو
ابلیس کو جلالت یزداں کی آرزو
پھر تاج گر رہا تھا سر مشرقین کا
منہ تک رہی تھی گردش دوراں حسینؑ کا

اتنے میں اک غبار اٹھا زرد نگار سا
کانپا، پھٹا، فضا پہ ہوا چاک، چھٹ گیا
خوشبوئے مصطفےٰؐ سے مہکنے لگی فضا
دیکھا کہ آرہا ہے خدا وند کربلا
دشت خزاں میں رنگ بہاراں لئے ہوئے
زہراؑ کے مہ وشوں کا گلستاں لئے ہوئے

بنت علیؑ کی شعلہ زبانی لئے ہوئے
عباسؑ کے لہو کی روانی لئے ہوئے
اکبرؑ کی نارسیدہ جوانی لئے ہوئے
اصغرؑ کی پیاس تیر کا پانی لئے ہوئے
اشکوں پہ زلف صبر کا سایہ کئے ہوئے
انفاس میں رسولؐ کی خوشبو لئے ہوئے

...اں مژدہ بادگردش دوراں کہ آگیا
...معمار ثانی حرم ابن مصطفیٰ
...تعظیم کے لئے وہ اٹھی روح کربلا
...ور بام آسمان سے آنے لگی صدا
عرش بریں سے باد بہاری قریب ہے
اے قدسیو! اٹھو کہ سواری قریب ہے

...خون حسین خاک پہ دیکھو وہ بہہ گیا
...اسلام کی رگوں میں لہو دوڑنے لگا
...نسل علی کی دھوم مچادو ملائکہ
...ے عرش دیکھ فرش کا اعجاز و ارتقا
غازی پلا چکا ہے لہو ماء و طین کو
اے آسمان گود میں لے لے زمین کو

...اں چل چکا ہے شہر شہادت سے کارواں
...عصمت کے دائروں کو بچا چلیں قدسیاں
...آنکھیں بچھا تموج انوار کہکشاں
...داؤ ہاں ترانۂ مقدم بلال اذاں
افلاک آؤ جام عقیدت لیے ہوئے
صف بستہ ہو نجوم کی شمعیں لئے ہوئے

حورو! چراغ خلد جلاؤ پرے جماؤ
فردوس کو سجاؤ، سنوارو دلہن بناؤ
کبیرو! عبائیں پہن کر قدم بڑھاؤ
جاؤ محمدؐ عربی کے قریب جاؤ
ہاں آؤ اے فضا کے گرد گھومتے ہوئے
وہ آگیا حسین بڑھو جھومتے ہوئے

کج کر کلاہ فخر و مباہات اے خلیل
اٹھ مقدم خدیو شہیداں کو جبرئیل
ساحل پہ نور پاش ہو اے چہرۂ قتیل
آ اور چھڑک پسینہ کہ پیاسی ہے سلسبیل
جنت کا آب ورنگ کہیں دم نہ توڑ دے
شبیر اپنی پیاس کا دامن نچوڑ دے

اے ساکنان حجلۂ صفات و ذات!
جھک جاؤ پیش بارگہ میر کائنات
اے موت ادب سے پیش کر آئینۂ حیات
لشکر حسین کانپ چکا ہے سر فرات
اعزاز بندگان گرامی دو چند ہو
اے کربلا کی خاک فلک تک بلند ہو

تم بھی ناصران شہید جفا بڑھو
شاہزادگان دیار وفا بڑھو
شاہدانِ گل رخ گلگوں قبا بڑھو
بلا رہی ہے تمھیں فاطمہؑ بڑھو
اے چرخ افتخار کے شمس و قمر بڑھو!
عباسؑ منتظر ہیں، علیؑ تیز تر بڑھو!

قدسیان کنگرۂ عرش کھڑ کھڑاؤ
تار ہائے بربط و آفاق جھنجھناؤ
کدھر ہو، فاطمہ زہرا کے پاس آؤ
اور آئے اکبرؑ و قاسمؑ، گلے لگاؤ
بیری شباب پہ ہے مروت سے کام لو
یعقوبؑ! دست ابن مظاہر کو تھام لو

ہے عرش اب نہ دھڑک اے دلِ دونیم
کے پالنے کوہلا عطر کی شمیم
حسینؑ قتل کے بچے دہائے نسیم
آنجاب قدس میں اے بندۂ عظیم
بیٹے ہیں یہ لہو میں انھیں سرخرو کرو
زہرا کے آنسوؤں سے فرشتو وضو کرو

افسردہ جاں حبیب کی اے ناتوانو!
اے دختر بتولؑ کی چادر بیانو!
اے کشتگان راہ وفا کی جوانو!
اے خیمۂ غریب کی جلتی کہانیو!
ٹھنڈے ہیں تار بربط ماتم سرشت کے
آؤ کھلے ہوئے ہیں در بچے بہشت کے

چھا اے حسینؑ مطلع ذوق ظہور پر
دامن کا سایہ ڈال تجلائے طور پر
اے کربلا کے ابر! برس ہر شعور پر
تاحشر دوڑ تار سنین و شہور پر
نام یزید رینگ مقامات پست میں
اے تیغ خود فریب بدل جا شکست میں

ہاں جوشؔ اب پکار کے اے میر کربلا
اس بیسویں صدی کی طرف بھی نظر اٹھا
ہاں دیکھ یہ خروش یہ ہلچل یہ زلزلہ
اب سیکڑوں یزید ہیں کل اک یزید تھا
طاقت ہی حق ہے شور ہے یہ گاؤں گاؤں میں
زنجیر پڑ رہی ہے پھر انساں کے پاؤں میں

...ے و جبر و جور پہ انساں کو ناز ہے
...ں چنگ ہے کرگس ہے باز ہے
...ں علیل ذوق ہوس چارہ ساز ہے
...ب اقتدار کی نئی دراز ہے
ذاتی مفاد پہ ہیں سبک سر اڑائے ہوئے
چاندی کے بچھو سنور ہیں رگوں میں پڑے ہوئے

...و حرص کی کہ ٹھکانے نہیں ہیں ہوش
...ے انا پہ معلق ہیں چشم و گوش
...ی ہے تیغ نما و جدل فروش
...ف بدست، زبانیں گہر بدوش
آ اور زلف لیلیٰ ہستی سنوار دے
ڈوبی ہوئی ہیں وقت کی نبضیں ابھار دے

...ے جو رسن سے نہ سہا نہ دار سے
...ے ثبات نے لی کوہسار سے
...کے سر جھکائے تم ذوالفقار سے
...غرور چھین لیا شہر یار سے
بیعت کی خواستگار حکومت نہیں رہی
شاہی میں تیرے بعد یہ جرأت نہیں رہی

تو نے ثبات و صبر کے دریا بہا دیے
سارے نقوش ہیبت سلطاں مٹا دیے
فتنوں کے سر جھکائے پہ تجھے اڑا دیے
تو نے زمیں پہ فقر کے سکے بٹھا دیے
تیرے لہو نے طرح عناں گیر ڈال دی
تو نے ہوس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی

قصر تجلیات ہے ویراں ترے بغیر
ظلمت کی اک کرن ہے رگ جاں ترے بغیر
نامعتبر ہے عظمت انساں ترے بغیر
گونگے کا ایک خواب ہے قرآں ترے بغیر
لب ہائے مہر بستۂ حق کی زباں ہے تو
مصحف ہے اک منارۂ جاد اذاں ہے تو

جنگوں نے رکھ دیا تھا زمیں کو جھنجھوڑ کر
انساں تھا جہل، علم کی آنکھوں کو پھوڑ کر
نازاں تھا سنگ شیشۂ رنگیں کو توڑ کر
"لا" مڑ رہا تھا دامن "الا" کو چھوڑ کر
تو نے قصور ذوق بغاوت کو ڈھا دیا
"الا" کے در پہ "لا" کو دوبارہ جھکا دیا

دلوں کو دولتِ بیدار بخش دی
اجل سے ہمتِ پیکار بخش دی
لبا کو طاقتِ گفتار بخش دی
جذبۂ جرأتِ انکار بخش دی
مظلوم کے غرور کو بیدار کر دیا
ناطاقتی نفس کو تلوار کر دیا
زباں ہلائی تو شمشیر چل گئی
فکر خیال کی دنیا بدل گئی
یت کی شرح تو زنجیر گل گئی
چاندنی تو کڑی دھوپ ڈھل گئی
شبنم کی بوند اٹھائی گھٹائیں سرک گئیں
شیشے کی چوٹ دی تو چٹانیں درک گئیں
کی ادائیں ہیں عبیر اللہ خو
ہنسا تو سنگ بنا گل رنگ و بو
ب کبھی کبھی کے ہوا گرم گفتگو
کے جو ہیروں سے ٹپکنے لگا لہو
مولا! تری سرشت نے سانچے میں ڈھال کے
ذرّے ملا دئے ہیں جمال و جلال کے

ہاں اے حسینؑ مصلحِ افکار مرحبا
اے بے نیازِ اندک و بسیار مرحبا
اے تیغِ انقلاب کی جھنکار مرحبا
اے دستِ کردگار کی تلوار مرحبا
تو نے لہو سے شمع جلا دی عقول کی
ہوتا نہ تو تو نبض نہ چلتی اصول کی
ہاں اے حسینؑ جامعِ اضداد السلام
اے بے نیازِ اندک وبسیار السلام
اے فخرِ دہر و نازشِ اجداد السلام
اے افتخارِ حکمتِ ایجاد السلام
تیرے لہو کی نہر جو موّاج ہوگئی
پارِ دگر رسولؐ کو معراج ہوگئی
بیگانہ ہوں تصورِ حق کے جہات سے
واقف نہیں کچھ تلخیٔ واقعات سے
باہر کھڑا ہوں محفلِ ذات و صفات سے
اور مطمئن نہیں ہوں نظامِ حیات سے
جس میں بھری ہے آگ وہ تلخ زبان ہوں
میں نظمِ زندگی سے بہت بدگمان ہوں

کون سے ہیں جو میں روتا نہیں
وہ کون سے ہیں جنہیں کھوتا نہیں
حقیقتیں ہیں جنہیں توڑتا نہیں
ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں
یا میری سمت گوہر اسرار رول دے
یا پھر مری زبان کی زنجیر کھول دے
اخدا کے کشتی افکار المدد
روائے کشور اسرار المدد
ب شہر علم کے دلدار المدد
جانشین احمد مختار المدد
داتا گدائے راہ کا ارماں نکال دے
کونین کو فقیر کی جھولی میں ڈال دے

سینے پہ مرے نقش قدم کس کا ہے
رندی میں یہ اجلال و حشم کس کا ہے
زاہد مرے اس ہات کے ساغر کو نہ دیکھ
یہ دیکھ کہ اس سر پہ علم کس کا ہے



عظمتِ انسان



قلم چوب خضر ، جبل حسین ارشاد
گیسوئے خم دار عروسِ ایجاد
وقت میں تو زمزمۂ باد مراد
تاریخ میں بستی ہوئی صدیاں آباد
کرۂ خاک صد انوار و صد آثار کے ساتھ
رقص میں ہے تری پازیب کی جھنکار کے ساتھ

عالم کو اٹھائے ہوئے شانے تیرے
گیتی و گردوں میں ترانے تیرے
بھی ہیں زمانے وہ زمانے تیرے
وقت کے دھاروں میں فسانے تیرے
دور پارینہ کہ ہے موت کے ایوانوں میں
سانس لیتا ہے ترے زندہ کتب خانوں میں

تو بصد ناز جدھر سے بھی گزر جاتا ہے
جادۂ زیست کا ہر ذرہ سنور جاتا ہے
تو مہ و سال کی یورش سے نکھر جاتا ہے
ضربتِ وقت سے کچھ اور ابھر جاتا ہے
توڑ دیتی ہے چٹانوں کو روانی تیری
رس پہ آتی ہے بڑھاپے میں جوانی تیری

لَے تیری جگر کوہ کو برماتی ہے
نازنینوں کے کلیجوں میں اتر جاتی ہے
تیری گھنگھور گھٹاؤں پہ جو چھا جاتی ہے
دونوں عالم کے برسنے کی صدا آتی ہے
تیری بوچھار میں ڈھلتے ہیں ترانے کیا کیا
مست رم جھم میں چھلکتے ہیں فسانے کیا کیا

تیرے سجدے میں ثریا کی بلندی غلطاں
تیرے لفظوں میں دو صد شمس و قمر زمزمہ خواں
تیری گفتار سے برنائی ذہنِ انساں
تیری رفتار سے رقصاں ہے نگار دوراں
تیری چوکھٹ پہ جبینیں ہیں جہاں داروں کی
سانس رکتی ہے ترے نام سے تلواروں کی

...پرچم علم و چتر و عصا پہ بھاری
...اک حرف ترا ارض و سما پہ بھاری
...اک عشوہ دو عالم کی ادا پہ بھاری
...ل تری خون شہداء پہ بھاری

جس میں عنصر ہے ابد کا وہ ہنر ہے تجھ میں
دولت عمر مسیحا و خضر ہے تجھ میں

...ف کو قمر و لعل و گہر دیتا ہے
...لب تشنہ کو گل بانگ سحر دیتا ہے
...تخئیل کو لفظوں میں کتر دیتا ہے
...کا غذ کے مسامات میں بھر دیتا ہے

خامشی کو بھی تن ساز بنا دیتا ہے
تو خیالات کو آواز بنا دیتا ہے

...ٹھوکر پہ سر قیصر و تاج فغفور
...مطرب حرکت لرزش مژگان شعور
...آغوش میں آب خضر و آتش طور
...سینے میں شب قدر و نم صبح ظہور

معتبر ہے جو گواہی سو گواہی تیری
صبح صادق کا چہرہ ہے سیاہی تیری

تو ہر اک سطر میں سو شہر بسا دیتا ہے
طاق الفاظ میں قندیل جلا دیتا ہے
گنگناتا ہے تو کاغذ کو بجا دیتا ہے
فکر سی چیز کو آنکھوں سے دکھا دیتا ہے

جب تجھے معرض رفتار میں لے آتے ہیں
کتنے بت ہیں کہ ترشتے ہی چلے جاتے ہیں

اے قلم مسئلہ میزان و معارف مقیاس
علم بنیاد و ہنر محور و ادراک اساس
فکر پیما و نظر ناقد و فرہنگ شناس
مشعل قصر ادب مشرق صبح قرطاس

نام تیرا سبب جنبش لب ہائے رسول
اے قلم موت کے لمحے کی تمنائے رسول

اے قلم نور فشاں ہو کہ دمک جائے زمیں
ظلمت وہم میں ضوبار ہو خورشید یقیں
حیف اس دور جواں پر کہ بہ ایں عقل مبیں
آدمی کی عظمت کا اسے اندازہ نہیں

حسن ارضی پہ سماوات کو شیدا کر دے
آدمی کیا ہے یہ دنیا پہ ہویدا کر دے

...دمی دولتِ دارین و متاعِ دوراں
...دمی نغمۂ داؤد و جمالِ کنعاں
...دمی وارثِ کونین و ولیعہدِ جہاں
...دمی بعطا محرابِ جہانِ گذراں
...دور میں نازشِ آفاق کا جام آتا ہے
...ب گیتی پہ جب انسان کا نام آتا ہے

...اتحِ مملکتِ باطن و ظاہر انساں
...خسرو و انجم و دارائے جواہر انساں
...شاعر و مطرب و بت ساز و مصور انساں
...موجد و مصلح و مولاو متفکر انساں
دیدۂ ارض و سماوات کا تارا انساں
قلزمِ وقت کا مڑتا ہوا دھارا انساں

...آدمی حسنِ شفق نورِ سحر بانگِ ہزار
...بوئے گل رنگِ حنا موجِ صبا رقصِ شرار
...نغمۂ جوئے چمن زمزمۂ ابرِ بہار
...عشوۂ موسمِ گل نازِ ہوائے کہسار
دستِ کونین میں سرشار کٹورا انساں
نرگسِ لیلیٰ ایجاد کا ڈورا انساں

اس کی آواز جلاتی ہے سروں کی مشعل
اس کی رفتار بجاتی ہے زمیں کی چھاگل
اس کرے میں کہ عناصر ہیں جہاں گرمِ عمل
معتبر اک فقط انسان ہے باقی مہمل
اس کے نغموں ہی سے فردوسِ علم ہے دنیا
ورنہ اک دہمۂ لات و ہبل ہے دنیا

عشوۂ زہرہ جبیناں ہے اسی کے دم سے
خاک رقصاں و غزل خواں ہے اسی کے دم سے
دور میں جامِ بہاراں ہے اسی کے دم سے
مستی گردشِ دوراں ہے اسی کے دم سے
خیمۂ جشنِ شبستاں میں سویرا ہو جائے
یہ جو اٹھ جائے تو دنیا میں اندھیرا ہو جائے

کرۂ خاک ہے مدہوش فضا خواب میں ہے
ظلمت آلودۂ غفلت ہے ضیا خواب میں ہے
شب تار و سحر لالہ قبا خواب میں ہے
نجم و خورشید و قمر ارض و سما خواب میں ہے
عقدہ ہے کون و مکاں عقدہ کشا ہے انساں
اس خرابے میں فقط جاگ رہا ہے انساں

...ی تخیل کے حلقے میں جناں رقصاں ہے
...ے بہ لب ہے مکاں دور زماں رقصاں ہے
...رنگیں کیفیتی اسرار نہاں رقصاں ہے
...ی انگنائی میں روح دو جہاں رقصاں ہے

یہ رنگیں قمری ہے یہ امام عشق کی
اس کے انفاس پہ تکتا ہے نظام عشق کی

...دمی فاتح مستقبل امراض و اجل
...دمی عربدۂ آخر و نالۂ اول
...صاحب قوس و ہلال و شفق و ابر و جبل
...ماہر مہر و مہ و زہرہ و ناہید و زحل

شرف کعبہ و اعزاز کلیسا انساں
زندگی محمل و رقصندہ ہے لیلیٰ انساں

...س کی محراب میں غلغلہ فرشتوں کا ورود
...س کی سرکار میں جبرئیل امیں سر بہ سجود
...س کے انکار کی پاداش میں شیطاں مردود
...س کا جنت سے ہبوط اصل میں ہیجان صعود

خلد کو تیغ کے تحرک ہوئی جنت پائی
خاک کی گود میں آیا تو خلافت پائی

یہ شب ماہ کی جگ مگ یہ سحر کا گل زار
شب نم گل پہ یہ نو خیز شعاعوں کا نکھار
رقص کرتی ہوئی تتلی پہ یہ رنگوں کی پھوار
آدمی کی فقط اک موج تبسم پہ نثار

لیلیٰ نغز سخن کا غم و چم ہے انساں
جس کی جھولی میں صد ہے وہ صنم ہے انساں

نرم آنچوں پہ مہ و سال نے سینکا ہے اسے
چاندنی نے طبق سیم میں گوندھا ہے اسے
سرخ تیتوں سے شعاعوں نے تراشا ہے اسے
بجلیاں وقت کی ٹوٹی ہیں تو نکھرا ہے اسے

جو بن اپنا مہ و خورشید نے جب کھولا ہے
تب کہیں نور کے سانچے میں اسے ڈھالا ہے

مدتوں دایۂ فطرت نے کھلایا ہے اسے
دودھ صدیوں نے لگاتار پلایا ہے اسے
کتنے بکھرے ہوئے دھاروں نے ترایا ہے اسے
کتنی صبحوں کے تسلسل نے جگایا ہے اسے

کتنے قرنوں کی مشقت نے اجالا ہے اسے
خون تھوکا ہے عناصر نے تو پالا ہے اسے

...ت و نورِ گل و خار سرود و غوغا
...ب و آتشِ خزف و برگ سراب و دریا
...پ گل کوہ رواں تیر پرافشاں صحرا
...چی دھوپ سے ابر گلابی جاڑا

ان سب اضداد نے مل جل کے سنوارا ہے اسے
خاک نے کتنے جتن کر کے نکھارا ہے اسے

...س کو جھولے میں جھلایا ہے صبا نے برسوں
...ریاں دی ہیں سمندر کی ہوا نے برسوں
...کو پروان چڑھایا ہے فضا نے برسوں
...کو چوما ہے لبِ ارض و سما نے برسوں

خاک گرداں کی پسینے سے نسیں بھیگی ہیں
تب کہیں خیر سے انساں کی مسیں بھیگی ہیں

...س کے انفاس سے رخسارِ تمدن پہ شباب
...س کی آواز سے گلزارِ ترنم شاداب
...س کے ادراک کی چٹکی میں دو عالم کی نقاب
...س کی پلکوں کی جھپک ارض و سما کی مضراب

خاک پر زمزمۂ شہرِ جناں ہے انساں
دہنِ لیلٰیِ عالم میں زباں ہے انساں

مرغزار و چمن و وادی و کوہ و صحرا
سبزہ و شبنم و ریحان و گل و سرو و صبا
ذرہ و اختر و مہر و مہ و دشت و دریا
سب یہ گونگے ہیں اٹھائے ازلی سناٹا

گرہِ ارض و سما کھول رہا ہے انساں
اس خموشی میں فقط بول رہا ہے انساں

آدمی صاحبِ گیتا و زبور و قرآں
کفر ہے اس کی صباحت تو ملاحت ایماں
بانیِ دیر و حرم و شعلِ ناقوس و اذاں
خالقِ ابرمن و موجدِ حرفِ یزداں

یہ جو عیب و ہنر و دشتی و زیبائی ہے
فقط انسان کی ٹوٹی ہوئی انگڑائی ہے

دوزخِ دہر میں گلزارِ جناں ہے انساں
حلقۂ زلف و خمِ آبِ رواں ہے انساں
جنبشِ نبضِ مکاں روحِ زماں ہے انساں
خاک ہے تاج محل شاہجہاں ہے انساں

حاکمِ کون و مکاں ناظمِ دوراں انساں
خاک اک رحل سبک سیر ہے قرآں انساں

ں کے انفاس سے خوشبو میں روانی آئی
شی کو روش زمزمہ خوانی آئی
ف دشمن کو لئے تھال میں پانی آئی
ں نے دیکھا تو زلیخا پہ جوانی آئی
اس کی آواز نے دریائے ادا کھول دیے
طور سے بن نہ پڑا بند قبا کھول دیے

ی حافظ و خیام و انیس و عرفی
ب و مومن و فردوسی و میر و سعدی
رو و رومی و عطار و جنید و شبلی
ں و یوسف و یعقوب و سلیمان و علی
خطبۂ حضرت خلاق کا منبر انساں
انتہا یہ کہ محمدؐ سا پیمبر انساں

پ کہتے ہیں کہ اللہ کو بندے پہچان
بیگانہ ہے انسان سے اب تک انسان
ں جہالت میں کہاں علم خدا کا امکان
ط اول ہے کہ حاصل ہو بشر کا عرفان
ذکر ابھی آپ نہ اللہ کا للہ کریں
فقط انسان سے انسان کو آگاہ کریں

ذہن جس وقت کہ ہو جائیگا انساں آگاہ
تو نکل آئیگا خود پردۂ انساں سے اللہ
وحدت انفس و آفاق کو پالے گی نگاہ
اور شریعت یہ بتائے گی کہ تعدد ہے گناہ
شور ہوگا نہ رہے کوئی وفا کا دشمن
بے شک انسان کا دشمن ہے خدا کا دشمن

دوست اپنا ہے تو انسان کے دامن کو نہ چھوڑ
ہاں اسی حبل متیں کی طرف ادراک کو موڑ
دل تو دل ہے کسی پتھر کو بھی جھلا کے نہ توڑ
کہ یہ انداز ہے اللہ کی وحدت کا نچوڑ
گو قباحت ہے بڑی کافر یزداں ہونا
اس سے بدتر ہے مگر کافر انساں ہونا

پھر تو کھل جائیگی یہ بات کہ بے حب انام
نہ ولایت نہ امامت نہ رسالت نہ پیام
دل ہے بے سوز تو مہمل ہیں طواف و احرام
سب سے بہتر عمل خیر ہے بہر عوام
ان کو سرکار دو عالم کے پیام آتے ہیں
جو برے وقت میں انسان کے کام آتے ہیں

تو جب ہے کسی فرد سے وحشت نہ رہے
ت تو دوست ہے دشمن سے بھی نفرت نہ رہے
ہو یوں صاف کہ امکانِ کدورت نہ رہے
ں کی ہے یہ نجابت کہ عداوت نہ رہے
شہرِ وحدت میں نبرد حرم و دیر نہیں
صحتِ فکر اگر ہے تو کوئی غیر نہیں

نے یاروں کی محبت ہے مزاجِ انساں
پ بھی اپنے رفیقوں پہ ہیں گوہر افشاں
ں سے تھا غیر بھی اپنے رفقا پہ قرباں
پ اور غیر ہیں اس سطح پہ بالکل یکساں
ہاں جو دل میں چمنِ حبِ عدو کھل جائے
آپ کو سطحِ حسین ابنِ علی مل جائے

کفر بھی راہِ محبت میں ہے عینِ اسلام
نفرِ بغض ہو دل میں تو عبادت بھی حرام
جو کسی قلب پہ جڑتا ہے نگینِ اکرام
کندہ ہوتا ہے درِ عرش پہ اس شخص کا نام
جب کوئی غیر کو پیغامِ اماں دیتا ہے
اُٹھ کے ہر ذرۂ آفاق اذاں دیتا ہے

کبریائی ہے جسے آو ایران بلا
جس کے سینے میں دھڑکتی ہے صدائے فقرا
جس کے اعصاب کو ڈستا ہے رخِ زرد گدا
جس کی شہ رگ میں کھٹکتی ہے نگاہِ غربا
تذکرے اس کے فرشتوں میں ہوا کرتے ہیں
انبیاء اس کی زیارت کی دعا کرتے ہیں

تشنہ کاموں کو پلاتا ہے جو آبِ شیریں
تاکہ ہے کسی مضطر کو جو کیفِ تسکیں
عمر بھر خدمتِ انساں سے جو تھکتا ہی نہیں
اس کی سرکار میں خود عرش جھکاتا ہے جبیں
اپنے زانو پہ جو دکھیوں کو سلا لیتا ہے
اس کو اللہ کلیجے سے لگا لیتا ہے

جس کی ہر سانس ہو اک ولولۂ خیرِ انام
نیند جس کی ہو غریبوں کی محبت میں حرام
جادۂ خدمتِ انساں پہ جو ہو گرم خرام
اس الوہی بشریت پہ درود اور سلام
حاملِ اوجِ الوہیتِ انساں تھے حسین
ہاں اسی جادۂ خدمت پہ خراماں تھے حسین

…ے دھوپ میں جس وقت کہ چکراتے تھے
…کیا دل تھا انہیں چھاؤں میں لے آتے تھے
…احسان کی ملتی تھی تو شرماتے تھے
…ب دیکھ کے دشمن کو تڑپ جاتے تھے
دشت بے آب میں کوثر کی روانی تھے حسین
کشت انساں پہ برستا ہوا پانی تھے حسین

…ئے بذل وفا دجلۂ جود و احساں
…ع و شمع جہاں عزت نوع انساں
…شی حق ناشر حکم یزداں
…م تخت والاں بام قصر سلطاں
خاور صدق و صفا داور ایثار حسین
کل جہاں قافلہ و قافلہ سالار حسین

…م نم ناک میں تھا پر تو روتے بے شیر
…س لیے تھے تو چبھتا تھا جگر میں اک تیر
…ں جالہ کی تھی موج ہوا میں تاثیر
… اس نقطۂ حدت پہ کھڑے تھے شبیر
کہ جہاں دھوپ پگھل اس طور سے برساتی ہے
سینۂ برف سے بھی آنچ نکل آتی ہے

پھر بھی ماتھے کا پسینہ جو گرا دیتے تھے
پل میں دہکے ہوئے سورج کو بجھا دیتے تھے
چاندنی دھوپ کے آنگن میں کھلا دیتے تھے
لو پہ رکھتے تھے قدم پھول بنا دیتے تھے
رخ پہ اک آنچ سی جب پیاس میں لہراتی تھی
جھرجھری کوثر و تسنیم کو آجاتی تھی

اتنی حدت میں بھی آہنگ زمستاں تھے حسین
آب و رنگ چمن و ابر بہاراں تھے حسین
کشت آئین رسالت کے نگہباں تھے حسین
فرق سے تابہ قدم موسم باراں تھے حسین
جھوم کر چرخ پہ قبلے سے گھٹا آتی تھی
بات کرتے تھے تو جنت کی ہوا آتی تھی

بزم اجمال میں تفسیر مفصل تھے حسین
طاعت حنبل و حمد مسلسل تھے حسین
شاہد گل بدن و حجلۂ مقتل تھے حسین
ہادی جنت و انسان مکمل تھے حسین
سایۂ تیغ میں بھی درس وفا دیتے تھے
انتہا یہ ہے کہ قاتل کو دعا دیتے تھے

قل میں جواب مہ کنعاں تھے حسین
اک زمزمۂ نوحہ بلالاں تھے حسین
افسردگی شام غریباں تھے حسین
تھے دہاں خندۂ گریاں تھے حسین
دشت فریاد میں گل بانگ ترنم تھے حسین
لیلیٰ آہ کے ہونٹوں کا تبسم تھے حسین

لوح بشر فخر اب وجد تھے حسین
معتمد و اشرف و امجد تھے حسین
کرتا تھا جدھر کعبہ وہ معبد تھے حسین
چشتی فخرِ محمدؐ تھے حسین
یہ نہ ہوتے تو یقیں صید گماں ہو جاتا
آخری شعلۂ پیغام دھواں ہو جاتا

ختم رسل جان علی شمع بتول
جود و کرم داور اقدار واصول
ت کو گرد قدم مل نہ سکی وہ مقبول
حق کے نگیں دین شہادت کے رسول
مثل شبیر جنہیں پاسِ وفا ہوتا ہے
ایسے بندوں ہی کے پردے میں خدا ہوتا ہے

بہر شادابی رنگینی گل زار امام
خالق جنت میں جلانے کو چراغ اتمام
اس تمنا میں کہ دیں لیں نہ یقیں کو اوہام
نیمۂ پاک سے جس وقت کہ نکلے تھے امام
مہر آفاق پہ صد زینت و زیں آتے ہیں
دور تک شور بپا تھا کہ حسین آتے ہیں

آپ کیا آئے کہ پیغام بہاراں آیا
دشت پرخار میں زہرا کا گلستاں آیا
مردہ ذروں کی طرف چشمۂ حیواں آیا
افق مصر پہ گویا مہ کنعاں آیا
سوماران میں بہ صد شان تفاخر آئے
جن کی عادت ہے شہادت وہ بہادر آئے

آپ کیا آئے کہ میدان بنا باغ نعیم
آئی ہر سمت سے فردوس کے پھولوں کی شمیم
جھک گئے انفس و آفاق برائے تسلیم
اپنے بیٹے سے گلے ملنے کو بڑھے ابراہیم
ہاتھ پھیلائے ہوئے بار بہاری آئی
جھوم اٹھے خار کہ پھولوں کی سواری آئی

م ارواح میں پہنچی جو حسینی آواز
زمیں پر اتر آئے جو نبی تھے ممتاز
طفےٰ جھک گئے سجدے میں بہ افراط گداز
ر نے یہ صدا دی کہ تری عمر دراز
ہل گیا عرشِ معلیٰ وہ تلاطم آیا
لبِ قدرت پہ اک افسردہ تبسم آیا

اللہ وہ میدان میں تقریرِ امام
لہجے میں کھنکتے ہوئے فردوس کے جام
مرتب تھا لبِ خشک پہ شاداب کلام
دۂ وحی پہ جس طرح نبوت کا خرام
بات میں لہر پہ وہیں تشنہ لبی آتی تھی
بوئے انفاسِ رسولِ عربی آتی تھی

ن بہرے تھے خطابت نہ ہوئی بارآور
ں کی بوندوں کو بھلا جذب کرے کیا پتھر
ل پہ چوٹ پڑی دشت ہوا زیر و زبر
ھ لی آلِ محمد نے بھی مرنے پہ کمر
پھر تو اک برقِ تپاں جانبِ اشرار چلی
نہ چلی بات تو پھر دھوم سے تلوار چلی

رن میں ہر چند کہ تھا دبدبۂ قیصر و جم
لشکر و دمدمہ و طنطنہ و رعب و حشم
دشنہ و خنجر و تیر و تبر و تیغ و علم
لڑکھڑائے نہ محمد کے نواسے کے قدم
سرِ اشرار سے میدان وغا پاٹ دیا
تیغِ برّاں کا رگِ جاں سے گلا کاٹ دیا

یوں چلی کشتیٔ قلزم شکن تشنہ لباں
تھم گیا شور ہوا، رک گئی نبضِ طوفاں
انکسار دلِ شبیر نے زہ کی جو کماں
ہاتھ بجز منہ سے نکل آئی تکبیر کی زباں
پشتۂ دجلۂ طغیانِ ستم ٹوٹ گیا
ناؤ ٹکرائی تو گرداب کا دم ٹوٹ گیا

تاج نے آلِ محمد پہ جو روکا پانی
پیاس کے ابر سے یوں ٹوٹ کے برسا پانی
بے دھڑک قصرِ حکومت میں در آیا پانی
ہوگیا سر سے شہنشاہ کے اونچا پانی
تاج داری مع اورنگ و نگیں ڈوب گئی
آسماں سے جو لڑی تھی وہ زمیں ڈوب گئی

ے خوں میں جو دلیروں کے سفینے آئے
پیاسے جو لہو موت کا پینے آئے
جب سر سے کفن باندھ کے جینے آئے
اری کو پسینے پہ پسینے آئے
نبض آقائی ابلیس ہوس چھوٹ گئی
فقر کی ضرب سے شاہی کی کمر ٹوٹ گئی

ب فسق پہ تبلیغ نواہی نہ رہی
کبر کی وہ مست جماہی نہ رہی
بیعت کی جلو میں وہ تباہی نہ رہی
موچھوں پہ جو دیتی تھی وہ شاہی نہ رہی
حشمت قیصری و فرکیانی نہ رہا
پیاس کی دھوپ سے تلوار میں پانی نہ رہا

اللہ جہاں کوب حسینی اصحاب
ن کے دریائے شجاعت میں وہ عالم غرقاب
ر و ابن مظاہر کا نہیں کوئی جواب
نوکمسن کی جوانی پہ بڑھاپے کا شباب
دونوں جہاں یاد تھے دونوں ہی جری کیا کہنا
شفق شام و چراغ سحری کیا کہنا

قطرۂ دل میں لئے ایک سمندر تھے حسین
ذات واحد میں سمیٹے ہوئے لشکر تھے حسین
دین آداب رفاقت کے پیمبر تھے حسین
جان دینے کو جب آئے تو بہتر تھے حسین
سر فرشتوں کے یہاں آج بھی خم ہوتے ہیں
ایسے انسان رسولوں میں بھی کم ہوتے ہیں

حیف جس قوم کا سلطان ہو ایسا انساں
وہ رہے خستہ پریشاں معطل حیراں
نہ ثمربار ترنگیں نہ دہکتے ارماں
جس کی آنکھیں فقط آباد ہوں سینے ویراں
ہمت و جرأت و ایثار و وفا کچھ بھی نہیں
ذکر مولا پہ کراہوں کے سوا کچھ بھی نہیں

زندگی شعلۂ جوالا ہے گلزار نہیں
موت کا گھاٹ ہے یہ مصر کا بازار نہیں
اپنے آقا کی تاسی پہ جو تیار نہیں
زندہ رہنے کا وہ انسان سزاوار نہیں
جو حسینی بھی ہے اور موت سے بھی ڈرتا ہے
ہاں وہ توہین حسین ابن علی کرتا ہے

… جب کلمہ ظلم کو ٹھکراتے ہیں
… دین کو جب بیچ کے کھا جاتے ہیں
…یا، دولت فانی پہ جب اتراتے ہیں
…سینی ہیں وہ میداں میں نکل آتے ہیں
دھجیاں دامن دولت کی اڑا دیتے ہیں
یاد سر سر کو چراغوں پہ نچا دیتے ہیں

…وہ وہ ہیں کہ باطل جو کتر دیتے ہیں
…ت جو مانگے تو دل و جان و جگر دیتے ہیں
…ر سا بھائی تو یوسف سا پسر دیتے ہیں
…ت بیعت کو بڑھاتے ہیں تو سر دیتے ہیں
آتش مرگ میں بے خوف و خطر جاتے ہیں
آنچ آتی ہے جو حرمت پہ تو مر جاتے ہیں

…وہ فتنہ باطل کو دبا دیتے ہیں
…خون دیکھے ہوئے ذروں کو جلا دیتے ہیں
…اپنی گودوں کے چراغوں کو بجھا دیتے ہیں
…اپنے چاندوں کو اندھیروں میں سلا دیتے ہیں
حق شبیر جو پیغام عمل دیتے ہیں
ایسے ہی لوگ زمانے کو بدل دیتے ہیں

میں یہ پوچھوں جو خفا ہوں نہ رفیقان کرام
کہ لرزتے تو نہیں آپ حضور حکام
آپ سرکار میں جھکتے تو نہیں بہر سلام
آنکھ شاہوں سے ملاتے ہیں یہ اعدائے امام
راستے تکتی تو نہیں آپ کی بازاروں میں
آپ کا رنگ تو اڑتا نہیں درباروں میں

آپ باطل سے دبکتے ہیں تو یاران کرام
آپ کو نام حسین ابن علی سے کیا کام
جا کے بیٹھئے خلوت میں علی الرغم امام
لوٹیے دولت لب ہائے بتان گل فام
خود کو عشرے میں نہ معصوم بنائے پھریے
اپنی غیرت کے جنازے کو اٹھائے پھریے

آپ کا آل محمد سے جدا ہے دستور
قابل غور نہیں مسئلہ شرح صدور
آپ کا شغل ہے کوئی تو فقط کشف قبور
آپ کو پیروی شیر خدا نا منظور
آپ تو شمع زر و درہم کے پروانے ہیں
دوش پہ کعبہ ہے سینوں میں صنم خانے ہیں

وہ قوم ہے جو عزم کی متوالی ہے
بے روح فقط دین کی نقالی ہے
ہے غافل تو عبادت بھی بداعمالی ہے
عمل قوم کی قرأت نہیں قوالی ہے
موت کے وقت کی یٰسین بنا رکھا ہے
دین کو آپ نے اک بین بنا رکھا ہے

پ ناواقف پیچکی عشرہ و عید
پ اک قفل ہیں اور قفل بھی گم کردہ کلید
ں ہیں خاشاک و خزف دیدۂ تر مروارید
ا حب حسین اور ہوس قرب یزید
سوز خواں کے ہیں طلبگار رجز خواں کے نہیں
آپ مجلس کے مسلمان ہیں میداں کے نہیں

ب دھوکا ہے لگاوٹ میں اگر لاگ نہیں
قل آئے نہ جس راگ سے وہ راگ نہیں
لازم برق کا اشکوں میں ذرا جھاگ نہیں
یف پانی تو ہے موجود مگر آگ نہیں
چنگیاں لے نہ لہو میں تو جوانی کیا ہے
آگ کی جس میں نہ ہلچل ہو وہ پانی کیا ہے

کربلا اب بھی ہے اک جوش رہا انگارا
اپنے پانی میں لئے آگ کا جولاں آرا
برق و آتش کا ابلتا ہوا اک فوارا
ایک مرتا ہوا خون شہدا کا دھارا
رنگ الٹا نظر آتا ہے جہاں داروں کا
مینہ برستاں ہے یہاں آج بھی تلواروں کا

کربلا آج بھی ہے ایک لگاتار پکار
ہے کوئی پیروی ابن علی پر تیار
عصر حاضر میں یزیدوں کا نہیں کوئی شمار
تم مصلوں پہ وہ زاہد ہو مسخ اشرار
شور ماتم میں کہیں تیغ کی جھنکار نہیں
لب پہ نالے ہیں مگر ہاتھ میں تلوار نہیں

کربلا میں ہے وہی شعلہ فشانی اب تک
آگ کی موج ہے تلوار کا پانی اب تک
تشنگی میں ہے وہی دجلہ چکانی اب تک
منچلوں کی ہے وہی زمزمہ خوانی اب تک
روئے ماحول پہ بانگوں کی وہ دنگ ہے اب بھی
میرے سوئے ہوئے شیروں کی گرج ہے اب بھی

اب بھی اک سمت سے اٹھتا نظر آتا ہے دھواں
بیبیاں چند کھلے سر نظر آتی ہیں یہاں
ایک گوشے میں ہے گونجی ہوئی آواز اذاں
اک بھرا ہے یہ پیش فضا پہ غلطاں
چند سائے نظر آتے ہیں لرزاں اب بھی
ایک زنجیر کی جھنکار ہے لرزاں اب بھی
کربلا کے رخ رنگیں پہ دمک آج بھی ہے
اک دلہن کے ہوئے شیشوں میں کھنک آج بھی ہے
کل کی برسی ہوئی بدلی کی دھنک آج بھی ہے
ایک نوشاہ کے سہرے کی مہک آج بھی ہے
کچھ گریباں نظر آتے ہیں فضا پہ اب بھی
ایک جھولا متحرک ہے ہوا پہ اب بھی
کربلا سر سے کفن باندھ کے جب آتی ہے
وسعت ارض و سماوات پہ چھا جاتی ہے
شکر انفاس سے فولاد کو برماتی ہے
نیمچہ تیر کو خطرے میں نہیں لاتی ہے
چاند کے نیزے پہ وہ عالم کو جلا دیتی ہے
کربلا موت کو دیوانہ بنا دیتی ہے

میں اثر باغ جناں آج بھی ہے
انفاس مسیحا نفساں آج بھی ہے
رنگینیٔ خونیں کفناں آج بھی ہے
عاشور کی گل بانگ اذاں آج بھی ہے
اک پر اسرار خموشی ہے پر افشاں اب تک
صبح کے دوش پہ ہے شام غریباں اب تک
دھوپ کی شدت سے زمیں تپتی ہے
خاک شراروں کی ردا بنتی ہے
ذروں سے ہوا لعل و گہر چنتی ہے
سیرت شبیر پہ سر دھنتی ہے
رنگ رخسارۂ تاریخ نکھر جاتا ہے
لب پہ جب نام حسین ابن علی آتا ہے
اب بھی سر وقت پہ لہراتی ہے
کی طرح خیالات پہ بل کھاتی ہے
رات کو جس وقت کہ چھا جاتی ہے
زینب کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے
کبھی ظلمت میں جو کوندا سا لپک جاتا ہے
ایک قرآن بلندی پہ نظر آتا ہے

ا اب بھی حکومت کو نگل سکتی ہے
ا تخت کو ٹھوکروں سے مسل سکتی ہے
لا شرار تو کیا آگ پہ چل سکتی ہے
لا وقت کے دھارے کو بدل سکتی ہے
کربلا قلعۂ فولاد ہے جراروں کا
کربلا نام ہے چلتی ہوئی تلواروں کا

لا ایک زلزلہ ہے محیط دوراں
لا خرمن سرمایہ پہ ہے برق تپاں
لا طبل پہ ہے ضربت آواز اذاں
لا جرأت انکار ہے پیش سلطاں
فکر حق سوز یہاں کاشت نہیں کر سکتی
کربلا تاج کو برداشت نہیں کر سکتی

ب تک اس خاک پہ باقی ہے وجود اشرار
ش انساں پہ ہے جب تک ستم تخت کا بار
ب تک اقدار سے اغراض ہیں گرم پیکار
ربلا ہاتھ سے چھوٹے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

کہہ رہا ہے یہ ارے کون بہ انداز سروش
کہ نہیں امروز ہے امروز نہ فردا ہے نہ دوش
کس کی یارب یہ صدا ہے کہ فضا ہے خاموش
میں حسین ابن علی بول رہا ہوں اے جوش
بخش دے آگ مرے سرد عزاداروں کو
ہاں جگا اب میں سوئی ہوئی تلواروں کو

کربلا بہر عمل نعرہ زناں ہے اب تک
کربلا گوش بر آواز یلاں ہے اب تک
کربلا منتظر صف شکناں ہے اب تک
کربلا جانب انساں نگراں ہے اب تک
دار پر ایک بھی جاں باز نہیں دیتا ہے
کوئی آواز پہ آواز نہیں دیتا ہے

فروغ داغ جگر مہر و ماہ پا نہ سکے
وہ عشق ہی نہیں کونین پر جو چھا نہ سکے
خلیل نے بھی نہ پایا عروج عزم حسین
بنایا کعبہ مگر کربلا بنا نہ سکے



زندگی و موت



ہاں آتا ہے وہ دبیر نقش و دارائے حیات
شور جس کا گرم دن گلبانگ جنگی سرورات
جس پہ مبنی جذبۂ حفظ حیات و حب ذات
کیا ذہن میں کیا اساس جس کی ہلو میں کائنات

یہ اسی کے بانکپن سے ہے کلاہ زندگی
یہ رسول ذہن انساں ہے الٰہ زندگی

یہ انا ہے وہ قدم جو ڈگمگا سکتا نہیں
جس میں استغنا کے ہاتھوں جھول آ سکتا نہیں
یہ کسی طوفان کو خطرے میں لا سکتا نہیں
یہ چراغ داوری ہے جھلملا سکتا نہیں

یہ دلوں کی آبرو یہ ولولوں کی جان ہے
رحل نفس آدمی پہ یہ انا قرآن ہے

قابل برداشت جب رہتا نہیں دردِ حیات
ڈھونڈتی ہے تلملاہٹ زہر میں راہِ نجات
اس عمل سے عقلِ انسانی میں آتی ہے یہ بات
ارتکابِ خودکشی تک ہے جنونِ حبِّ ذات
آدمی جیتا ہے سازو برگ عشرت کے لئے
اور مرتا بھی ہے تو دفعِ اذیت کے لئے

شادماں ہوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
نقد جاں کھوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
کاٹتا بوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
جاگتا سوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
کام رکھتا ہے فقط اپنے ہی مرغوبات سے
کس قدر انسان کو ہے عشق اپنی ذات سے

سوچتا ہے آدمی ارض و سما کچھ بھی نہیں
زیرِ محرابِ فلک میرے سوا کچھ بھی نہیں
مجھ سے کٹ جائیں اگر تو انبیا کچھ بھی نہیں
رشتہ مجھ سے توڑ ڈالے تو خدا کچھ بھی نہیں
جملہ انساں ہیچ ہیں محبوبِ آب و گل ہوں میں
سب ہیں اعضاء سینۂ فرشِ زمیں کا دل ہوں میں

ں ہو اور اپنی ذات پر ہوں برجبیں
ں اور اپنی عینیت پہ لے آئیں
ممکن ہے کہ انساں توڑ دے حبلِ متیں
تک لیکن انا سے ہاتھ اٹھا سکتا نہیں
یہ انا ہی تو محافظ ہے بشر کی جان کا
یہ نہ ہو تو دم نکل جائے غریب انسان کا

ت احباب و ملک و دودمان و اقربا
خلق و رحم و عشق و نفرت و بیم و رجا
ت و قربانی و اخلاص و ایثار و سخا
دنیا حبِّ عقبیٰ حبِّ حق حبِّ خدا
جز وعدہ یہ سب کے سب ہیں مجموعے احساسات کے
کتنے لاتعداد رخ ہیں ایک حبِّ ذات کے

ت ہر انساں کے دل پر ہے یہ مہرِ خیال
ں ہوں صدرِ علم و بدرِ عقل و سلطانِ جمال
ر ہے صرف میرا فعل میرا اشتغال
ے بڑھ جائے یہ کس میں تاب یہ کس کی مجال
ذات میری افتخارِ مہر و نازِ ماہ ہے
مجھ سے برتر ہے کوئی تو کون غیر اللہ ہے

عال وادیٔ ایمن غزال کو • قاف
میرا قدسیوں کی بارگاہ اعتکاف
و آفاق میرے گرد سرگرم طواف
اعمال میرا متن کعبے کا غلاف
خاک پر مجھ سا ادا سنج قضا کوئی نہیں
اس کرے پر صرف میں ہوں دوسرا کوئی نہیں

ل عرش بریں ہوں دیدۂ فرش زمیں
ری تخلیق کے باہر نہ دنیا ہے نہ دیں
و اس آئینہ خانے میں ہر سو عکس میں
چہرے کے سوا کچھ بھی نظر آتا نہیں
میں حقائق کی زباں ہوں داستاں ہے کائنات
کارواں میں ہوں غبار کارواں ہے کائنات

ب ذہن ہے کہ ہر فرد بشر کے روبرو
ـے اپنا مدعا ہے صرف اپنی آرزو
ـے اپنا گرد و قر ہے صرف اپنی آبرو
ـے اپنا ذکر اپنی فکر اپنی گفتگو
کان دھرتا ہی نہیں کوئی کسی کی بات پر
کس قدر لٹو ہے انسان اپنی ذات پر

نیلم و یاقوت و مروارید و الماس و نگیں
لالہ و شمشاد و نسرین و چنار و یاسمیں
سبحہ و زنار و دیبا و انجیل و جبل متیں
سب ہیں مہمل جب گلے میں سانس کا ڈورا نہیں
صرف میرا اک کھلونا ہے جہاں کچھ بھی نہیں
میں نہیں تو یہ زمیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں

خواہ کتنی ہی بری ہو خواہ کتنی ابتری
خواہ کتنا ہی جھنجھوڑیں گردشیں افلاک کی
خواہ کتنی ہی بلاؤں میں گھری ہو زندگی
پھر بھی جینے کی دعائیں مانگتا ہے آدمی
تھرتھراتا تلملاتا بلبلاتا ہے اثر
زندگی کو پھر بھی جینے سے لگاتا ہے بشر

لغزش برلب جام برکف گل بداماں زندگی
قوس طرف کی محراب شبستاں زندگی
جوئے رنگ و چشمۂ آب چراغاں زندگی
موج رقص و دجلۂ آہنگ و الحاں زندگی
موج سوز دل ہے اس کے شعلۂ آواز میں
حرف کن کے زمزمے ہیں اسکے ساز میں

ی ربط نہاں انتشار و انجماد
ر برف و اخگر ارتباط حبس و باد
م خشک و تر آمیزش بست و کشاد
طبع و بادہ صل و برق نسل و بحر زاد
سینۂ شمشیر میں خنجر گلو ہے زندگی
چاک کے ہاتھوں میں تسبیح رفو ہے زندگی

ی وحشی عناصر کا مہذب شاہکار
صبح و شام ضبط ریگ زار و جوئے بار
ال آب و آتش امتزاج نور و نار
ن و برق تپاں کا تقطۂ بوس و کنار
ایک تکوینی ضمانت اقتناع جنگ کی
ایک تعمیری ہم آغوشی بلور و سنگ کی

ی اضداد کا پیمان لطف و اتفاق
ے ہم آہنگی میان جذبۂ وصل و فراق
ے اٹل میثاق مابین جمود و انشقاق
و شر کا صلح نامہ تیغ و سر کا وفاق
شبنم و خورشید کا عہد وفا ہے زندگی
دیکھیے تو بت پرکھیے تو خدا ہے زندگی

دن ترنگیں بخشتا ہے رات خواب شکریں
صبح چھلکاتی ہے کرنیں شام زلف عنبریں
نبض چٹکاتی ہے تن میں غنچہ ہائے ماوطیں
سانس چنتی ہے قبائے آرزو کی آستیں
ایک نعمت ہے چہکتی چہچہاتی زندگی
پھولتی پھلتی چہکتی لہلہاتی زندگی

قعر سے تا سطح قلزم پرفشاں ہے زندگی
خار میں حرف خفی گل میں اذاں ہے زندگی
برگ پر شبنم فضا پر کہکشاں ہے زندگی
داستاں در داستاں در داستاں ہے زندگی
فرش سے تا عرش زلف ناز بکھرائے ہوئے
فتح سیارہ و ثوابت کی قسم کھائے ہوئے

زندگی باگیسری سارنگ دیپک سوہنی
بت تراشی رقص موسیقی خطابت شاعری
چکھڑی تتلی صنوبر دوب نسریں چاندنی
لاجوردی شربتی دھانی گلابی چمپئی
زعفرانی آسمانی ارغوانی زندگی
لاجونتی مد بھری کومل سہانی زندگی

خو عیسیٰ نفس معجز ادا جادو کلام
رنگ و مہ وش و بستاں لب و کوثر خرام
ے بزم و سنگ عزم و لالہ سقف و ماہ بام
رف و گل مزاج و سرو قامت و مے قوام

زندگی سعیِ بلیغ ارتقاء کا ناز ہے
آب و آتش کی کرامت خاک کا اعجاز ہے

ی جام و صراحی مرغ زار و نسترن
سجاوٹ اک گھلاوٹ اک لگاوٹ اک چمن
س طاؤس و جمال کبک و رنگ نارون
س نفس گل چہرہ گل خو گل جبیں گل پیرہن

رقص ابر و نغمۂ آب رواں ہے زندگی
خاک بے آواز کے منہ میں زباں ہے زندگی

اشاروں کو صدا کی گود میں پالے ہوئے
ی سے جس نے تکلم کی بلا ٹالے ہوئے
ضرب انفاس کو الفاظ میں ڈھالے ہوئے
باد پہ افشاں میں گرہ ڈالے ہوئے

لعل جوہر آفریں و کلک گوہر بار ہے
زندگی شیوۂ افکار کی جھنکار ہے

ہر نفس موتی پروتی پھول برساتی ہوئی
نغمۂ زر بفت میں پازیب جھنکاتی ہوئی
مرکیاں لیتی ٹھٹھکتی ناچتی گاتی ہوئی
دوڑتی بڑھتی بھٹکتی جھومتی چھاتی ہوئی

اک سنہری تان کی زنجیر بل کھاتی ہوئی
ایک انگڑائی دھنک کے پل پہ لہرائی ہوئی

سر پہ سہرا بر میں جوڑا ہات میں قند و نبات
چال میں گنگا کی لہریں زلف میں برکھا کی رات
سانس میں بوئے سمن لہجے میں عود و سومنات
زندگی رنگوں کے سائے سے گزرتی اک برات

انکھڑیوں میں رت جگوں کی راگنی گھولے ہوئے
بال بکھرائے ہوئے بند قبا کھولے ہوئے

زندگی یوسف زلیخا قیس و لیلیٰ نل دمن
عید کا دن چودھویں کی رات چوتھی کی دلہن
اک کھنکتی لب کشائی ایک چبھتا بانکپن
رنگ ساگر راگ مندر روپ مالا پھول بن

جس کی قرنوں حجلۂ قدرت میں رکھوالی ہوئی
بدلیوں کی دسماتی چھاؤں کی پالی ہوئی

…ں مرتے ہوئے پتوں پہ بوندوں کی کھنک
…سرما کی کرن شام بہاراں کی دھنک
…تلی کی اڑان آواز کوندے کی لپک
…ن برکھا میں سارنگی کے تاروں کی چمک
شہرِ تن میں پھول والوں کی گلی ہے زندگی
گردشِ آفاق میں چھپا گل ہے زندگی

…ل فرماں روائے کشور دنیا و دیں
…ہ حرف خداورحمۃ اللعالمین
…ع انساں کے لئے اے محرمانِ دور بیں
…ت سے بڑھ کر کوئی شے قابلِ نفرت نہیں
زندگی تکریم ہے توقیر ہے تحسین ہے
موت شاہِ ارض کی سب سے بڑی توہین ہے

…ت اندھیاری گھٹا ٹوپ آندھی تیرہ و فام
…رکوع و بے سجود و بے قعود و بے قیام
…ل سن منجمد یخ بستہ شل افسردہ خام
…حرارت بے حکایت بے بصارت بے خرام
اس کے پتھر لیے کلیجے میں کسک ہوتی نہیں
اس کے دیدوں میں مروت کی چمک ہوتی نہیں

موت صحرا دشت ریگستان بن جنگل سراب
تیرہ وری وحشت شقاوت قاہری دہشت عذاب
خوف از خود رفتگی بیگانگی غیبت حجاب
ایک حسرت خیز غفلت ایک عبرتناک خواب
ایک ڈائن زندگی کی سمت منہ کھولے ہوئے
آستیں الٹے ہوئے تیغ دو دم تولے ہوئے

موت خاموشی اداسی بے نوائی بے حسی
موت سناٹا اندھیرا بے شعوری برہمی
موت تاریکی تباہی تیرگی ترسندگی
موت آہوں کی خطابت آنسوؤں کی شاعری
شیر افگن بازوؤں کو بے سکت کرتی ہے موت
ماتمی ہاتھوں کی ضربت پر نرت کرتی ہے موت

نامِ زشت موت سے اٹھتا ہے سینوں سے دھواں
فرقِ ہستی پر کڑک اٹھتی ہے دہشت کی کماں
دل پہ رکھ دیتا ہے خوفِ مرگ وہ بارِ گراں
بولنے لگتی ہیں سہمی زندگی کی ہڈیاں
کوئی نرم آواز کوئی داستاں بھاتی نہیں
موت یاد آجائے تو راتوں کو نیند آتی نہیں

ں پر کس قدر شیشے گرا دیتی ہے موت
ب میں کتنی صبحوں کو سلا دیتی ہے موت
کھوں کتنی گودوں کو جلا دیتی ہے موت
ہروں کتنی بچوں کو دغا دیتی ہے موت
کتنی چاہوں کس قدر یاسیوں کو مرجھاتی ہے موت
کتنی وحشی گردنوں پر رقص فرماتی ہے موت

ں کے باوجود اے محرمان ایں و آں
حیراں ہوں کہ تھا وہ کون داتائے زماں
ں کو جس نے دیا جام حیات جاوداں
قدر پہ ہول بیٹھ کو بنایا گلستاں
زہر کو کس نے حریف آب حیواں کر دیا
اس اپنی تلوار کو کس نے رگ جاں کر دیا

انساں کو دیا کس فلسفی نے یہ پیام
ازی کا کفن ہے خلعت عمر دوام
کس نے کر دئے مقتل میں حوروں کے خیام
ئے جو اس دہر ذہن انسانی کا نام
جو انوکھی فکر تھا جو اک نیا پیغام تھا
اس حکیم نکتہ پرور کا محمدؐ نام تھا

اے محمدؐ اے سوار توسن وقت رواں
اے محمدؐ اے طبیب فطرت نباض جاں
اے محمدؐ اے فقیہ نفس و نقاد جہاں
موت کو تو نے وہ بخشی آب و تاب جاوداں
زندگانی کے بجائے موت پر مرنے لگے
لوگ پیغام اجل کی آرزو کرنے لگے

زیست کا عکس شہادت سے نکھرتا ہے جمال
موت کے گھونگھٹ میں ہے چہرۂ شان لازوال
خون کے طاقوں میں ہے قندیل وجہ ذوالجلال
ذہن انسانی کو بخشا صرف تو نے یہ خیال
ابر من پر وحشت یزداں کو طاری کر دیا
ایک اک انساں کو لاکھوں پہ بھاری کر دیا

خلق کو تو نے تمنائے شہادت بخش دی
اس تمنائے شہادت نے شجاعت بخش دی
پھر شجاعت نے چمکنے کی حرارت بخش دی
اس حرارت نے گداؤں کو حکومت بخش دی
اس قدر جلت سے تو روئے زمیں پر چھا گیا
مٹی چکرا گئے تاریخ کو غش آ گیا

کر گہوارۂ غم میں ہمکتا ہے سرور
کی سرخی محراب میں ہے شمع طور
رنگین لحد ہے سبح قرآن و زبور
ہے نور و قصور و حور و انگور و طہور

یہ حقائق ہوں تو پھر مرنے سے ڈر سکتا ہے کون
موت کے شیدائیوں کو زیر کر سکتا ہے کون

سے پہلے دہر کو تو نے ہی سمجھائی یہ بات
ایوان شہادت میں ہے قندیل حیات
روشی ہے متاع زندگانی کی زکوٰۃ
کوثر کی سخا کا چیک ہے نخل فرات

عرش اتر آتا ہے فرش گرم گیر و دار پر
رقص کرتی ہے دوامی زندگی تلوار پر

سوزاں کو تو نے آب زم زم کر دیا
وں کو حامل تہذیب محکم کر دیا
کو نسریں بنایا جام کو جم کر دیا
شعلوں کو نچوڑا موجۂ یم کر دیا

کشتیاں چلوا ئیں طوفاں سے ترے فرمان نے
موت بولی زندگی کاٹی ترے قرآن نے

موت کی ظلمت میں تو نے جگمگا دی زندگی
جوہر شمشیر عریاں میں دکھا دی زندگی
شمع کے مانند قبروں میں جلا دی زندگی
سرزمین مرگ میں تو نے اگا دی زندگی

حبس ٹوٹا باغ جنت کی ہوا آنے لگی
مقبروں سے دل دھڑکنے کی صدا آنے لگی

خاک کے ذرات کو تو نے ثریا کر دیا
آگ کو پانی کیا پانی کو صہبا کر دیا
موت سی کالی بلا کو رشک سلمیٰ کر دیا
آخری ہچکی کو گل بانگ مسیحا کر دیا

سر سے خوف نیستی کی یوں بلائیں ٹال دیں
آدمی نے موت کی گردن میں باہیں ڈال دیں

یہ تصور موت کا جیسے ہی سوئے کربلا
وقت دوں پرور کے تاریخی تقاضے سے مڑا
خون میں تیرے گھرانے کے تلاطم آ گیا
لشکر صبح فروزاں شام کی جانب چلا

دفعتاً قصر جفا مسمار ہو کر رہ گیا
رعب شاہی نقش بر دیوار ہو کر رہ گیا

... محو صوت وہ تیرے نواسے کو ملی
... تک جس سے درخشاں ہے ضمیر آدمی
... اللہ روشنی تیرے چراغ ذہن کی
... کی دھوپ پر چھٹکی ہے اب تک چاندنی

یہ انی پہ سر تیرے انا کا تاج ہے
کربلا تیرے نظام فکر کی معراج ہے

... حرف صداقت کا حسین ابن علی
... درس شہادت کا حسین ابن علی
... فکری نجابت کا حسین ابن علی
... تیری نبوت کا حسین ابن علی

جس نے بجھنے دی نہ شمع آدمیت وہ حسین
سانس جسکے دم سے لیتی ہے مشیت وہ حسین

... رتا ہے جو غم سے شادمانی وہ حسین
... کی اب تک ہے دلوں پر حکمرانی وہ حسین
... بھی جس کی نگاہوں میں سہانی وہ حسین
... سے پی تھی جس نے زندگانی وہ حسین

سرخ انگاروں کو جس نے خاک کر کے رکھ دیا
جس نے دامان حکومت چاک کر کے رکھ دیا

طرۂ طرف کلاہ عزم و ہمت ہے حسین
سورۂ اخلاص و قرآن صداقت ہے حسین
منبر تصدیق و تکمیل رسالت ہے حسین
پشت ذوق مرگ پر مہر نبوت ہے حسین

اے مرے پروردگار آدمیت السلام
السلام اے داور یوم شہادت السلام

بن برستا ہے شہادت کا ترے کردار سے
فکر میں سکت ہے تیرے عابد بیمار سے
ہاں وہ جنت سیر ہے جو سبزہ و انہار سے
مانگتی ہے بھیک تیرے سایۂ دیوار سے

اے خطیب اوج طاماں کے نواسے السلام
اے مرے تسنیم در آغوش پیاسے السلام

موت کو تو نے بہار کامرانی بخش دی
خاک کو اکسیر پیری کو جوانی بخش دی
ہمت انساں کو دجلے کی روانی بخش دی
برف کو لو دی لہو کو آتش فشانی بخش دی

التہاب تشنگی کو موج زم زم کر دیا
آنچ کو اپنا بنا دامان مریم کر دیا

ج شادی وشیون ہے تیری داستاں
ہ خونی کفن ہے تیغ کا سر پر نشاں
طرف تیرا گلا ہے اور خنجر بے اماں
طرف تیری رگ جاں خنجروں پر ہے رواں
اک طرف موج ترحم اک طرف ماتم ہے تو
اک نرالا نغمہ و فریاد کا سنگم ہے تو

ے خود بجھ کر جلائے ہیں جو زخموں میں چراغ
ے فرق آہ وشیون شادو نازاں ہے دماغ
طرف جلتے ہوئے خیمے ادھر شاداب باغ
طرف نصرت کے موتی اک طرف زخموں کے داغ
اک نرالا ربط گل بانگ وفغاں ہے اے حسین
جھٹپٹے میں اک وحدت کا پرفشاں ہے اے حسین

ں تیری یاد ہے شام و سحر کے درمیاں
وں کے ہیں غنچے ہچکیوں کے درمیاں
ہ نغموں کی دمک ہے آنکھ سے آنسو رواں
ں گل کی دھوپ سے پڑتی ہیں جیسے بوندیاں
تجھ پہ بے روئے نہیں اٹھتے کسی محفل سے ہم
کیا کریں مجبور ہو جاتے ہیں اپنے دل سے ہم

ہم سے یہ کہتی ہے تیری کامرانی اے حسین
کامرانی ہے گل شادمانی اے حسین
شادمانی ہے متاع زندگانی اے حسین
آنسوؤں کی پھر بھی ہوتی ہے روانی اے حسین
زخموں کو چشم گریاں میں ڈبو دیتا ہے دل
جب ہنسی ہونٹوں پہ آتی ہے تو رو دیتا ہے دل

دار و گیر کربلا پر اے شہید محترم
عقل نازاں ہے مگر جذبات کی آنکھیں ہیں نم
چونکہ تیرے جذبۂ نصرت میں ہے آہنگ غم
اس لئے آنسو چھپ جاتے ہیں تری بالیں پہ ہم
دل کا یہ فرمان ہے لغزش نہ آئے پاؤں میں
جشن فتح کربلا ہو آنسوؤں کی چھاؤں میں

لیکن آنسو وہ جو برسائیں شرار زندگی
جس سے چمکے گوہر عز و وقار زندگی
جس کے قبضے میں ہو تیغ آب دار زندگی
جن کی رنگینی میں کروٹ لے بہار زندگی
جو کریں شاداب اہل جہاں کے واسطے
گلشن جو بن جائیں فرود خسرواں کے واسطے

…ں وہ آنسو جن میں غلطاں ہو خروشِ خوفِ حق
…ں کے گرنے کی صدا میں ہو شہادت کا سبق
…ں کے آگے رنگ ہوتا زجہاں بانی کا فق
…ں کی آب و تاب میں تاریخ کے چمکیں ورق

جن میں جوہر پرفشاں ہوں تیشۂ فرہاد کے
غرق کر دیں جو سفینے بحرِ استبداد کے

…کرداری کا حر اجب ہے رفیقانِ کبار
…خ پہ تابِ عزم ہو آنکھوں میں آبِ ذوالفقار
…م عنواں ہوں عمل و جنگ و قتالِ بے اختیار
…ں میں حرمانِ خزاں ہو سر میں سودائے بہار

بات جب ہے غم ابھارے جذبۂ پیکار پر
ایک دل پر ہاتھ ہو اک ہاتھ ہو تلوار پر

…جب حکومت قصرہائے عدالت ڈھانے لگے
…جب غرورِ اقتدار اقدار پر چھانے لگے
…سردی آئین پر جب آگ برسانے لگے
…جب حقوقِ نوعِ انسانی پہ آنچ آنے لگے

رن میں زورِ بازوئے خیبر شکن سے کام لے
ان مواقع پر حسینی بانکپن سے کام لے

کس طرف جاتا ہے تجھ کو سوچ اے مردِ خدا
اک طرف زہرِ فنا ہے اک طرف شہرِ بقا
یا پہن لے تاجِ کردارِ شہیدِ کربلا
یا یزیدِ کشورِ باطل میں جا کر ڈوب جا

یا عنانِ ذہنِ عالم جانبِ حق موڑ دے
یا حسین ابنِ علی کا نام لینا چھوڑ دے

یہ متاعِ چشمِ نم یہ دولتِ قلبِ دو نیم
ہیچ ہے انساں اگر ڈھونڈے نہ راہِ مستقیم
مان ہی سکتی نہیں اس بات کو عقلِ سلیم
صرف ماتم ہو مآلِ مقصدِ ذبحِ عظیم

خونِ باطل ہے تب و تابِ حسامِ کربلا
آنسوؤں سے ہے بہت اونچا مقامِ کربلا

کربلا کا سیدِ اکبر جلالِ مصطفےٰ
کربلا کا اکبرِ مہ رو جمالِ مصطفےٰ
کربلا کی گود کا اصغر ہلالِ مصطفےٰ
کربلا کا رنگِ بستاں خونِ آلِ مصطفےٰ

ہمتِ نوعِ بشر کی انتہا ہے کربلا
تو سمجھتا ہے فقط ماتم سرا ہے کربلا

...ان زندگی پہ کہکشاں ہے کربلا
...ی استبداد پہ گرزِ گراں ہے کربلا
...ناموسِ بشر کی پاسباں ہے کربلا
...ن کے دھارے پہ جلی داستاں ہے کربلا
کربلا کی خاک میں اشکوں کی طغیانی بھی ہے
کربلا کی آگ میں تلوار کا پانی بھی ہے

...ر یہ فطری امر ہے جی بھر کے رو اور بار بار
...م شبیر میں روتا ہوں میں بھی زار زار
...ں تو کیا اس غم سے جنبش میں ہے قلبِ روزگار
...ر فرما لیکن اس نکتے پہ بھی اے سوگوار
غم نہیں ہے طرۂ طرفِ کلاہِ کربلا
سورما کی موت ہے میراثِ شاہِ کربلا

...ون اس میراث کی جانب اٹھاتا ہے قدم
...س کو سونپا جائے عباسِ دلاور کا علم
...ون کماتا ہے شعارِ نصرتِ حق کی قسم
...ون یہ کہتا ہوا صف سے ابھرتا ہے کہ ہم
صفحۂ تاریخ پہ حرفِ جلی بنتا ہے کون
وارثِ جنسِ حسین ابنِ علی بنتا ہے کون

نسلِ آدم سے یہ اب تک کہہ رہی ہے کربلا
اے ستم کش تیرا فطری حق ہے فریاد و بکا
لیکن اس گردابِ شیون میں نہ اتنا ڈوب جا
فوت ہو جائے شہیدِ کربلا کا مدعا
حق کا باطل پر تفوق آدمی کا قرض ہے
خونِ صبرِ کربلا نوعِ بشر پہ قرض ہے

قرض یہ اترے تو فکرِ آدمی آگے بڑھے
چاکری پیچھے ہٹے تو سروری آگے بڑھے
ظلمتیں کم ہوں تو سیلِ روشنی آگے بڑھے
موت کو ٹوکیں تو کارِ زندگی آگے بڑھے
تار تیغ جاگیں تو پیدا صف شکن جھنکار ہو
قرض کا دریا اتر جائے تو بیڑا پار ہو

آدمی کا ہر قدم ہے درمیانِ گیر و دار
زندگی کا ہر نفس ہے اک مسلسل کارزار
کیا تجھے حاصل ہے اے مردِ حزیں و سوگوار
خونِ برقِ تیغ طوفان و مزاجِ ذوالفقار
باندھ کر سر سے کفن گھر سے نکل سکتا ہے تو
ہاں اپنی تلوار کی برش پہ چل سکتا ہے تو

... ہے برادر عقل حق پرور میں اور اتنا خلل
... چکا ہے ایک مدت سے ترا کردار شل
... ں اضداد کا یہ اجتماع بے محل
... ی حب حسین اور ہیبت ویم اجل
کیا غضب ہے دن کی چھاتی پر اندھیری رات ہے
مومن اور خوف اجل منہ پیٹنے کی بات ہے

... س لینے کو نہیں کہتے ہیں دانا زندگی
... فس اک طرح لوکی ہے تمنا زندگی
... قدم تسخیر قدرت کا ہے سودا زندگی
... ن میں ہے ارتقا کا شور و غوغا زندگی
مردہ ہے جس کا لہو وہ آدمی بے جان ہے
بے دلوں پر زندگی دراصل اک بہتان ہے

... ی نخوت ہیں سوار ابلق لیل و نہار
... ر تو فقدان جرأت سے مجسم انکسار
... ری آنکھوں میں نہیں رقصاں بغاوت کے شرار
... ر ہے تیرا اور پاسِ صاحبانِ اقتدار
قوت باطل پہ جو انسان چھا سکتا نہیں
حشر میں وہ مصطفےٰ کو منہ دکھا سکتا نہیں

دل جراحت سے اگر بھاگے تو راحت کفر ہے
غم سے اکتائے طبیعت تو مسرت کفر ہے
تخت پر قابض ہو جابر تو اطاعت کفر ہے
جو شہادت سے ڈرے اس کی عبادت کفر ہے
دامن صد پارۂ غیرت کو سی سکتا نہیں
موت سے جو منہ چھپاتا ہے وہ جی سکتا نہیں

اے حسین اے غیرت حق کے امین ذی وقار
اے دیار حرمت انساں کے واحد شہریار
اے بہ خیبر زور یزداں اے بہ میداں ذوالفقار
ہاں پکار اپنے محبوں کو سر میداں پکار
نیند کے روندے ہوئے غفلت شعاروں کو جھنجھوڑ
ہو چکی ہے صبح اپنے سوگواروں کو جھنجھوڑ

پھر تمدن کی طرف پھنکار کر جھپٹے ہیں ناگ
جل رہا ہے پھر عروس زندگانی کا سہاگ
کانپتی راتیں صدائیں دے رہی ہیں آگ آگ
جاگ اے ابن علی کے نوحہ خوان خستہ جاگ
اٹھ بھڑکتی آگ کو پانی بنانے کے لئے
کربلا آئی ہے بالیں پر جگانے کے لئے

ے برادر تجھ کو اکبر کی جوانی کی قسم
ہوا تھا بند اس مقتل کے پانی کی قسم
واں عابد کی بیڑی کی گرانی کی قسم
ب خوددار کی آتش بیانی کی قسم
غرق کر دے ہچکیاں مردانگی کے راگ میں
کود پڑ نمرود حاضر کی بھڑکتی آگ میں

ج پھر دنیا میں ہے انسان کی مٹی پلید
کوؤں کی جیب میں ہے عصر حاضر کی کلید
ں بے جذبات جہاں سوز و بے ضربات شدید
ج پھر بیعت طلب ہیں عصر حاضر کے یزید
فوج باطل شاد ہے سیراب ہے خورسند ہے
ہاں پھر اہل حق پہ بنتے ہیں کہ پانی بند ہے

ت ہے عباس کے مانند پھر دریا پہ جا
تھ کٹ جائیں اگر تو مشک دانتوں میں دبا
قیا جیسی برچھیں ہیں آنکھوں کو چڑھا
پی شمعوں کی لوؤں پر آندھیوں کو تو نچا
دہر کی ٹھنڈی رگوں کو خون سوز و ساز دے
مرد اگر ہے تو مری آواز پہ آواز دے

دہر کو گھیرے ہوئے ہے شور طبل و برق و باد
گھر میں برپا ہے تلاطم در پہ ہے ابن زیاد
فوج میری سو رہی ہے اور سر پہ ہے جہاد
کس طرف یا رب نکل جائے یہ عبد نامراد
الاماں حد نظر تک ہے سیاہی کیا کروں
کوئی سنتا ہی نہیں میری الٰہی کیا کروں

داورا ہلچل ہے پھر برپا میان مشرقین
ہر نظر ہے ایک ماتم ہر نفس ہے ایک بین
تخت پر سرمایہ داری ہے بصد اجلال و زین
اور کس سے مس نہیں ہوتے محبان حسین
ہے یہی ایمان تو ایمان کو میرا سلام
اک فقط ایمان کیا قرآن کو میرا سلام

کبریا پروردگارا کردگارا داورا
کب سے میری قوم گہری نیند میں ہے مبتلا
کب سے پامال نفیر خواب ہے میری صدا
نیند آنکھوں کی اڑا دے جوت سینوں کی جگا
یا لگا دے سینۂ مومن میں باغ زندگی
یا بجھا دے اے خدا میرا چراغ زندگی



پانی



ہاں اے صباحِ طبع شبِ تار سے نکل
اے فکر سوئے آبِ خضر گنگنا کے چل
اے کلکِ نغمہ بار برقِ گھٹا میں ڈھل
اے چشمۂ تخیل برگ آفریں ابل
جس میں ہو رقص و رنگ و روانی کی داستاں
اے دل کی آگ چھیڑ وہ پانی کی داستاں

پانی خوش اضطراب و خوش انداز و خوش جمال
خوش آب و خوش خرام و خوش آواز و خوش مقال
شیریں قوام و شیشہ مزاج و گہر خصال
سرشاری و شگفتگی و رقص و وجد و حال
سرمایۂ آب و رنگ کی تانیں لیے ہوئے
لاکھوں ہر ایک بوند میں جانیں لیے ہوئے

پانی بخار بھاپ گھٹا جھلملی دھواں
سنبل بنفشہ لالہ سمن سرونیستاں
شاداب و نرم و نازک و سرشار و شادماں
بستان و سبزہ زار و خیابان و گلستاں
آنچل رخِ صبیح پہ آبی لئے ہوئے
کاندھوں پہ زندگی کی گلابی لئے ہوئے

جولاں رقیق سرد سبک سیر نغمہ خواں
مستی فروغ زمزمہ انگیز درفشاں
وادی میں آبشار صراحی میں گلستاں
رقصاں جہاں جہندہ و جولاں رواں دواں
ہیجان و اضطراب و تلاطم لئے ہوئے
کونگی زمیں پہ نعرۂ قلزم لئے ہوئے

پانی فروغ ولولۂ دجلہ و فرات
آہنگ و ارتقاء و تشکیل تغیرات
سلطان ہفت قلزم و دارائے شش جہات
تخم وجود وجہ نمو طاقت حیات
جادو جگائے گیسوئے عنبر سرشت کے
کھولے ہوئے زمیں پہ غرفے بہشت کے

چناب و راوی و گنگا و رودِ نیل
ے حیات و کوثر و تسنیم و سلسبیل
ں بے نظیر و غزل خوان بے عدیل
ح ہوا پہ ہمسر گلبانگ جبرئیل
دست خنک میں ساغرِ زم زم لئے ہوئے
کلیوں کی خواب گاہ میں شبنم لئے ہوئے

ہوئی ندی کی روانی کا جل ترنگ
لیوں کے دل کی گرجتی ہوئی امنگ
ے کی لہر پھول کی خوشبو دھنک کا رنگ
ے میں بھرے ہوئے مدھ ماتیوں کے انگ
اور یہ جو عود و چنگ میں برکھا کی رات ہے
ان سب کی باگ ڈور بھی پانی کے ہات ہے

ہزار روپ سے بہتا ہے متجلی
بہار گونج گرج راگنی جھڑی
درخت دوب ثمر برگ خس گلی
ل شگوفہ گاہ کلی پھول پنکھڑی
کرتا ہے نصب موج پہ خیمے حباب کے
بھرتا ہے وقت صبح کٹورے گلاب کے

کے بے شمار بکھیڑے لیے ہوئے
ل کی شوخیوں میں چھیڑے لیے ہوئے
مد و جزر میں بیڑے لیے ہوئے
ب گھاٹیوں میں دریڑے لیے ہوئے
جھلمل فضا میں بال پریشاں کیے ہوئے
بوچھار کی رقیق دلائی سے ہوئے

ے تازہ کاری و جلائے شست و شو
ے سرائے زمزمہ و جنت و سبو
ں گہہ شگفتگی و چشمۂ نمو
ار جودت و خلاق رنگ و بو
ہر بلبلے میں تار مقرنس لیے ہوئے
چوکھٹ پہ ناز صبح بنارس لیے ہوئے

متاع کیف ہے سرمایۂ سبو
ں پہ ضو رگوں میں تھرکتا ہوا لہو
خاں کی بزم میں قربان باؤ ہو
پھلوں میں شہد ہے پھولوں میں رنگ و بو
سینے میں روح سنبل و سوسن لیے ہوئے
چنگی میں یاد صبح کا دامن لیے ہوئے

لے چھیڑتا جوان ترنگیں ابھارتا
رندوں کو سوئے ساغر و مینا پکارتا
گرتا لرزتا گونجتا تھپتا گہارتا
چنگھاڑتا دہاڑتا گاتا ڈکارتا
جھنکائے پائے ناز میں چھاگل بہار کی
بدلی گلوئے نرم میں آڑی گہار کی

آلام تشنگی کا گریباں سیئے ہوئے
کھیتوں کو رشک صبح بہاراں کیے ہوئے
جھونکوں میں شاخ گل کو سہارا دیے ہوئے
خوابیدہ انکھڑیوں میں گھٹائیں لیے ہوئے
لے میں پروئے شور و شغب آبشار کے
تیغے اٹھائے دوش خنک پر بہار کے

دامن میں آب گوہر و مرجاں لیے ہوئے
جام رواں میں قطرہ نیساں لیے ہوئے
سورج رواں میں عشوۂ ترکاں لیے ہوئے
کالی گھٹائیں زلف نگاراں لیے ہوئے
کولھوں پہ ہاتھ طرفہ ادا سے دھرے ہوئے
پھولوں سے مرغزار کی جھولی بھرے ہوئے

...ا اوج ابر کی رو موتیوں کی آب
...ں جان گل کی مہک بحر کا حباب
...ں آگ تیغ کا پانی سمن کی داب
...و تو موج صاعقہ کھنچ جائے تو شراب

پروا میں ابر تیرو کے لکھتے بنے ہوئے
لیلائے برشگال کی چندری چنے ہوئے

...ں کی گونج نہر کی سیال راگنی
...و کی دھوم گونجتی سرشار راگنی
... ، شوخی ، خنکی و شاعری
... ، روانی ، رقص ، ربودگی

کوئل کی کوک بور کی خوشبو لئے ہوئے
مدماتیاں زمزمہ وادہ لئے ہوئے

...پ تڑپ تڑار تڑاتڑ چھنن چھنن
...دھوم دھام دمادم دھنن دھنن
...و ردم جھوم جھما جھم چھنن چھنن
...ن گرج گھما گھما گھم گھنن گھنن

ہول و ہراس و ہیبت و ہیجاں لئے ہوئے
بجلی کی تیغ قوس کا طوفاں لئے ہوئے

سختی کرے تو قحط سے عالم ہو بے قرار
گرم سخا اگر ہو تو رزاق روزگار
دوڑے تو ساز نور جو بھاگے تو سوز نار
کڑکے تو برق ریز جو ٹھہرے تو برق وبار

چٹکائے بوندیاں تو چمن بولنے لگے
چھیڑ ادا پہ جو آئے تو رن بولنے لگے

روپوش ہو تو دھوپ جلا دے زمین پر
بگڑے تو فرش گرم بچھا دے زمین پر
تیا کرے تو آنچ بسا دے زمین پر
منہ پھیر لے تو بھوک اگا دے زمین پر

خوش ہو تو سر کو قشقہ کلائی کو بانک دے
لعل و گہر زمین کی چولی میں ٹانک دے

آئے جو موج میں تو اڑیں بوتلوں کے کاگ
افسردہ ہو تو کھیت میں رنگیں مہیب ناگ
چھیڑے جو آسمان پہ دریا دلی کا راگ
پھولوں کی سمت دوڑ پڑے گلستاں کے آگ

گرجے فضا تو کفر سے ڈسوائے دین کو
برسے تو تخت زر پہ بٹھا دے زمین کو

… فراز پہ تو گھٹا جھومنے لگے
…شیب میں تو فضا جھومنے لگے
… تو کجریوں کی صدا جھومنے لگے
… تو روح ارض و سما جھومنے لگے
کروٹ صبا میں لے تو چنبیلی مہک اٹھے
پس جائے تو حنا کی ہتھیلی مہک اٹھے
… ملہار اڑے تو گھٹائیں ہوں نوحہ گر
…ے اہل پڑے تو جھک جائیں بام و در
…ے تو رنگ و رقص ہوں گنگا کے گھاٹ پر
…ے جو گاگروں سے گھٹائیں ہوں تر بتر
نہلائے الہڑوں کو تو چڑھے بکس چڑیاں
ٹپکے جو گیسوؤں سے تو موتی برس پڑیں
…ل کی چادروں میں جو الجھے تو سستی
…روں کی زد پہ آ کے جو رکے تو چھنکی
…جوں کے مد و جزر سے ابھرے تو سروری
…لوں کی ظلمتوں میں جو ڈوبے تو آگہی
گرجے جو ابر میں تو فلک چہچہا اٹھے
انگڑائی لے تو سر پہ دھنک چہچہا اٹھے

برسے جو ٹوٹ کر تو جہاں ناچنے لگے
عشرت سرائے بادہ کشاں ناچنے لگے
مقتل کی رہ میں بانگ اذاں ناچنے لگے
شمعوں کی لو اگر کا دھواں ناچنے لگے
بوچھار میں جو بند قبا کھولنے لگے
کھنڈروں پہ رنگ ماہ وشاں بولنے لگے
برکھا کا راگ گائے تو ساغر چھلک اٹھیں
چھلکے جو جھوم کے تو خمستاں لپک اٹھیں
رس بوندیاں گرائے تو پتے کھنک اٹھیں
کوثر میں گنگنائے تو حوریں تھرک اٹھیں
پہنچے جو عرش پر تو ملک شست و شو کریں
زلفیں نچوڑ دے تو پیمبر وضو کریں
صد حیف کربلا میں وہی آب خوش گوار
جس پر حیات نوع بشر کا ہے انحصار
جس کے بغیر آتش سوزاں ہے روزگار
بجتا ہے جس کے تار پہ انفاس کا ستار
جس کا علم ہے بارگہ مشرقین پر
اس کا جتا کے بند کیا تھا حسین پر

...ارے پہ آج بھی گریاں ہیں بحر و بر
... ہے ظالم پہ بول جوئے شر
...لقر الحفیظ ہے عدوان الحذر
...سی تیز بند ہو وہ بھی حسین پر
مولا کسی پہ کوئی نہ ایسی جفا کرے
کافر پہ بھی نہ بند ہو پانی خدا کرے

...ن کربلا کا وہ پر ہول التہاب
... رہا تھا آگ جہاں سوز آفتاب
...وں میں جل رہا تھا گلستاں بو تراب
... تھا التجائے قیامت سے آب آب
موجوں پہ تشنگی تھی تسلط کئے ہوئے
ہر قطرۂ فرات تھا آنسو پیے ہوئے

...وں پہ فرش گرم شراروں پہ سائبان
...ں ہوا پہ ابر اٹھائے ہوئے نشان
...وں پہ گرد سر پہ کنائیں دلوں میں بان
...وں میں لوجگر میں شعائیں لبوں پہ جان
پیش نظر حیات کی بستی لٹی ہوئی
زیر قدم زمین کی نبضیں چھٹی ہوئی

ذرات آبدیدہ تھے صحرا اداس تھا
گرداب اشک بار تھے دریا اداس تھا
فرش زمین و عرش معلی اداس تھا
روئے مبین فاطمہ زہرا اداس تھا
گردوں کی بار غم سے کمر تھی جھکی ہوئی
گیتی کی سانس فرط الم سے رکی ہوئی

ذرات محو خواب فضا غرق شور و شین
تپتی ہوئی زمین پہ اکبر سا نور عین
اصغر کی سر و لاش پہ سیدانیوں کے بین
اے وائے بے نوائی و مظلومی حسین
خیمے کے در کو دیدۂ گریاں کئے ہوئے
زینب کھڑی تھیں بال پریشاں کئے ہوئے

سکتے میں تھے رسول ملائک تھے سوگوار
گردوں پہ مرتضیٰ و محمدؐ تھے اشک بار
ویران پالنے سے اداسی تھی آشکار
زہرا کی آرہی تھی یہ آواز بار بار
سن لے صدائیں بار خدا شور و شین کی
پروردگار خیر ہو میرے حسین کی

لیکن ہائے قوم ستم ہائے روزگار
مولا کے لب تھے عزمِ شہادت سے آبدار
رکھے خزاں کے دوش پہ سرمایۂ بہار
چہرے سے تاب وجہِ ذوالاکرام آشکار
کوثر کی ہر نفس میں روانی لیے ہوئے
سیلاب روزگار کو پانی لیے ہوئے

پھر بھی یہ چاہتے تھے کہ برپا نہ ہو فساد
ارباب فکر کو ہے نہ کرنا پڑے جہاد
دوہرا سکے نہ وقت مآل ثمود و عاد
شعلے کے ڈونگرے سے بجھے آتشِ عناد
گرتی ہوئی خلوص کی دیوار روک لیں
چلتی ہوئی زبان پہ تلوار روک لیں

لیکن ہوا ذرا بھی نہ حجت کا جب اثر
مائل ہوئے جہاد پہ سلطان بحر و بر
اٹھتی ہوئی نگاہ سے اترنے لگے شرر
ابھرے علی کی شان سے تلوار چوم کر
گویا گھٹا کی اوٹ سے بجلی نکل پڑی
ٹھہری زباں نیام سے تلوار ابل پڑی

میرے لال اف یہ سماں ہائے کیا کروں
جان اور یہ بارگراں ہائے کیا کروں
ور دھوپ میں ہو تپاں ہائے کیا کروں
ے اٹھ رہا ہے دھواں ہائے کیا کروں
بے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسین کو
یارب کسی جتن سے بچا لے حسین کو

ی ہوئی تھی عرش پہ زہرا کی یہ صدا
فرش تھا نمونۂ محشر بنا ہوا
ا کھڑی تھیں سر سے اتارے ہوئے ردا
راری تھی بار خشیت سے کربلا
ہر ذرہ قتل گاہ کا مائل تھا بین پر
تاریخ کی نگاہ لگی تھی حسین پر

روں پہ سو رہے تھے رفیقانِ تشنہ کام
ونٹوں تک آ رہا تھا شہادت کا تلخ جام
شعلوں کے بڑھ رہے تھے پرے جانب خیام
تنہا کھڑے تھے حلقۂ اشرار میں امام
پروا نہ دھوپ کی نہ کوئی فکر سائے کی
خیمے سے آ رہی تھی صدا ہائے ہائے کی

... رچم بلند ہوا دار ہو گیا
... سے گرم خوف کا بازار ہو گیا
... عروج شام شب تار ہو گیا
... جو منہ سے حرف وہ تلوار ہو گیا

آخر فضا پہ ایک سکاری ابھر گئی
کانوں سے کافروں کی کمر تک گزر گئی

...کش جو تھے غرور کے وہ سر جھکا دیے
...وان خسروی کے پرخچے اڑا دیے
...ب تیغ نے خون کے دریا بہا دیے
...یاے نے آب تیغ کے جوہر دکھا دیے

برپا دیار کفر میں کہرام ہو گیا
وہ فساد لرزہ بر اندام ہو گیا

...یل بھر میں ظالموں کے سفینے الٹ گئے
...جو ہاتھ اٹھے حسین کی نظروں سے کٹ گئے
...قوت پہ جن کو ناز بہت تھا وہ لٹ گئے
...سوئے حرم جو تیر چلے تھے اچٹ گئے

اہل جفا کی موت کا فرمان آ گیا
دشت بلا میں نوح کا طوفان آ گیا

شیرازۂ کتاب حکومت بکھر گیا
سلطان کے غرور کا دریا اتر گیا
کردار تشنہ کام بڑا کام کر گیا
پانی سپاہ شام کے سر سے گزر گیا

حق کی نگاہ ضرب سے بے تاب ہو گئے
باطل کے پیروؤں کے جگر آب ہو گئے

اٹھی نگاہ چہرۂ باطل جھلس گیا
اک ناگ تھا کہ ہمت اعدا کو ڈس گیا
پاتال میں سفینۂ اہل ہوس گیا
پانی علی کی تیغ کا چھاجوں برس گیا

تیور علی کے شیر کے جب برق ہو گئے
خود اپنے ہی لہو میں شقی غرق ہو گئے

سبط نبی کے عزم نے کڑکائی یوں کماں
لو دے اٹھا یقین دھواں بن گیا گماں
اللہ ری حرب و ضرب امام زماں کی شاں
منہ سے نکل پڑی عمر سعد کی زباں

عقل غرور جاہ کی پایاب ہو گئی
فوج یزید ماہی بے آب ہو گئی

ے علم کا فرشتہ غضبناک ہو گیا
وں کا خون شعلۂ بے باک ہو گیا
ن شر میں آگ لگی خاک ہو گیا
سے معاویہ کا جگر چاک ہو گیا
اہل وفا کی عمر کا پیمانہ بھر گیا
مروانیوں کی تیغ کا پانی اتر گیا

بھر میں سانس اہل جفا کی اکھڑ گئی
ت کے طمطراق کی صورت بگڑ گئی
ت خدا سے کسوت شاہی ادھڑ گئی
د پہ بحکم قضا اوس پڑ گئی
حق نے رگ سقیفہ کی کچلی مل نکال دی
پائے بنی امیہ میں زنجیر ڈال دی

ں کا رنگ کاہکشانی نہیں رہا
ئے شر میں شور روانی نہیں رہا
و علم میں فرکیانی نہیں رہا
یر تاجدار میں پانی نہیں رہا
ہیبت سے ناریوں کا لہو سرد ہو گیا
بیعت طلب یزید کا منہ زرد ہو گیا

اے کربلا کے ابر گہر بار السلام
اے ہادیوں کے قافلہ سالار السلام
اے کعبۂ سواد کے معمار السلام
اے جنس آبرو کے خریدار السلام
اے سورما دلیر جیالے تجھے سلام
اے فاطمہ کی گود کے پالے تجھے سلام

اے میر ارض و صدر سماوات السلام
اے بادشاہ کشور آیات السلام
اے میزبان لشکر آفات السلام
اے ناقد تہتگی ذات السلام
اے کج کلاہ صورت کونین السلام
اے وارث عبادت ثقلین السلام

اے مصحف حیات کی تفسیر السلام
اے مدعائے آیۂ تطہیر السلام
اے دست ذوالجلال کی شمشیر السلام
اے مصطفے کے خواب کی تعبیر السلام
اے زندگی کے سوز نہانی سلام لے
کوثر بدوش تشنہ دہانی سلام لے

زخم قلب خیر کے مرہم تجھے سلام
ناصر پیمبر اعظم تجھے سلام
اے رسول دین محرم تجھے سلام
حجت شرافت آدم تجھے سلام
اے تاجدار ملک تحمل سلام لے
اے فقر کے عظیم تمول سلام لے
بوستان سایۂ دامان مصطفےٰ
… جگر چشمۂ ایمان مصطفےٰ
نور عین حیدر و اے جان مصطفےٰ
خوش جمال یوسف کنعان مصطفےٰ
اے تحفۂ لبن ساقی کوثر سلام لے
آفاق کی زباں سے بجز سلام لے
بے پناہ قوت اخلاق السلام
خلوق داور اطلاق السلام
حق نگر شعور کے رزاق السلام
افتخار انفس و آفاق السلام
اے طرۂ کلاہ نبوت سلام لے
اے شاہ کشور ابدیت سلام لے

اے افتخار صبر فراواں تجھے سلام
طوفاں شکار کشتی عرفاں تجھے سلام
اے آبروئے چشمۂ حیواں تجھے سلام
اے کردگار عظمت انساں تجھے سلام
ہاں اے گلوئے موت کے خنجر سلام لے
اے پختگی فکر پیمبر سلام لے
ہاں مرحمت ہو خاطر بیدار یا حسین
حرف غلط سے جرأت انکار یا حسین
تاب و توان عابد بیمار یا حسین
جھنکار ذوالفقار کی جھنکار یا حسین
ہاں سوئے جذبۂ حرکت باگ موڑ دے
ہاں توڑ دے جمود کی زنجیر توڑ دے
مولا ہجوم درد تنہائی کا واسطہ
زینب کے عزم شعلہ بیانی کا واسطہ
اصغر کے سوز تشنہ دہانی کا واسطہ
اکبر کی تشنہ کام جوانی کا واسطہ
ہاں آج آنسوؤں سے شرارے نکال دے
ہاں آگ میں حیات کے پانی کو ڈال دے

ے حسین برق سوار و اجل شکار
کوہ تخت شکن قاہری شکار
نگاہ قصر شکن سلطنت فشار
افکار فرش فروغ انبیاء وقار
اے آفتاب تحفۂ شبنم قبول کر
ہاں سجدۂ جبین وہ عالم قبول کر
ذوالفقار حیدر کرار السلام
جانشین احمد مختار السلام
بے نیاز اندک و بسیار السلام
محور ثوابت و سیار السلام
اے بے مثال تجلی ہمت السلام
اے آدمی کے ناز الوہیت السلام
وجہ افتخار اب و جد سلام لے
کار سالار ابیض و اسود سلام لے
ذی حیات منبر و مسجد سلام لے
عارف ضمیر محمدؐ سلام لے
ناموس انبیاء کے نگہبان السلام
اے رجل کائنات کے قرآن السلام

سلام

طبع میں کیا، تیغ براں میں روانی چاہیے
گل فشانی تو کیا، اب خوں فشانی چاہیے
بحث زنجیر تکوں! خیر بھی ہے کچھے
جھر ! ہے تجھ کو عزم حکمرانی چاہیے
مرقد شہزادۂ اکبر سے آتی ہے صدا
حق پہ جو مٹ جائے، ایسی نوجوانی چاہیے
شاہ فرماتے ہیں "جالے جا خدا کے نام پر"
موت جب تکتی ہے اکبر کی جوانی چاہیے
ان کے جس کا نام سن کر نبضیں چھوٹ جائیں موت کی
دین کے سادات کو وہ زندگانی چاہیے
عمر فانی سے تو برگ کاہ تک ہے بہرہ مند
مرد کو ذوق حیات جاودانی چاہیے
کون بڑھتا ہے لہو تھوڑا سا دینے کے لئے
اے عزیزو! دین کی کھیتی کو پانی چاہیے
جن کے سینوں میں ہو سوز تشنگان کربلا
ان جواں مردوں کی تلواروں میں پانی چاہیے
جوش! ذکر جرأت مولا پہ شیعوں کے عوض
رخ پہ شان فخر و ناز کامرانی چاہیے

(۲)

کیا نماز شاہ تھی، ارکانِ ایمانی کے ساتھ
دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ
حشر تک زندہ ہے تیرا نام اے ابنِ رسول!
کر چکا ہے تو وہ احسان، نوعِ انسانی کے ساتھ
ان کے آگے صولتِ دنیا کا ذکر، او ابنِ سعد
کھیلتی ہے جن کی ٹھوکر تاجِ سلطانی کے ساتھ
غیرتِ حق کو کہیں دیکھو نہ آ جائے جلال
ظالمو ہولی نہ کھیلو خونِ انسانی کے ساتھ
بادِ حق ہو کیا ہوا اے اہرمن کے آ عصوا
کھیلنا آساں نہیں ہے شمعِ یزدانی کے ساتھ
امتِ معصوم کو قاتل سے کیا خوف و خطر
یہ سفینہ کھیلا کرتا ہے طغیانی کے ساتھ
صرف رو لینے سے تو سوں کے نہیں بکھرے ہیں دان
خوں فشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ
آنکھ میں آنسو ہوں، سینوں میں شرارِ زندگی
موجِ آتش بھی ہو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ
اہلِ بیتِ پاک کی ہر سانس کو اے مدعی!
ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ
جوشؔ ہم اولیٰ غلامانِ علی مرتضیٰ
حکمت سے پیش آتے ہیں جہانبانی کے ساتھ

(۳)

تو نے حسین دہر کو ششدر بنا دیا
طوفاں کو ناؤ، کل کو لنگر بنا دیا
ان ٹہنیوں کو قند بنایا جو زہر تھیں
پھر مسکرا کے قند مکرر بنا دیا
مولا حبیب ابنِ مظاہر کے شیب کو
تو نے شبابِ قاسم و اکبر بنا دیا
مقتل میں صرف ایک تبسم کی موج نے
زنجیرِ غم کو زلفِ معنبر بنا دیا
جس تشنگی کی آگ پہ تھی کربلا کی دھوپ
اس تشنگی کو چشمۂ کوثر بنا دیا
جو کاٹتا ہے گردنِ شاہانِ حق شکن
اس رگِ گلو کو وہ خنجر بنا دیا
جب پتھروں کو لوگ بتوں میں بدل چکے
تو نے بتوں کو توڑ کے پتھر بنا دیا
تیرے ثباتِ عزم نے خود موت کو
اک دائمی حیات کا محور بنا دیا
یوں سر جھکا دیا کہ ردائے نیاز کو
ہم رنگِ نازِ حضرتِ داور بنا دیا
جس اک عدد میں دولتِ ذبحِ عظیم تھی
تو نے اس اک عدد کو بہتر بنا دیا

(۴)

حسین ابن علی دنیا کو حیراں کردیا تونے
سراب تشنگی کو آب حیواں کردیا تونے
نظر ڈالی تو ذروں کو جواہر میں بدل ڈالا
قدم رکھا تو شعلوں کو گلستاں کردیا تونے
تری کشتی کی جاں کو غرق کرنے جب بڑھا طوفاں
تو خود طوفاں کو غرق کشتی جاں کردیا تونے
ضمیر اہل وحشت اور ذات اہل وحشت کو
بہم چہرہ و دست و گریباں کردیا تونے
جراحت کو عطا کرکے شعار بخیہ و مرہم
خزاں کو شامل رنگ بہاراں کردیا تونے
جو دھندلا ہو چلا تھا پہلا ورق منشور فطرت کا
تو اپنے خون دل کو زیب عنواں کردیا تونے
کبھی جب شمع جاں تو زیر موج دود پر افشاں
حقائق کو چراغ زیر داماں کردیا تونے
بنا کر شمع خود اپنے لہو کے گرم قطروں کو
دیار ذہن عالم میں چراغاں کردیا تونے
بقا کے آسماں پہ اک صباح نو چمک اٹھی
زمیں پہ چاک جب اپنا گریباں کردیا تونے
رہے گا یہ ترا احسان سرکار بشریت پہ
کہ اے ابن علی انساں کو انساں کردیا تونے

گماں ہے تو کس طرح کرکے غرق سلطاں پہ
بنی آدم کی اس مشکل کو آساں کردیا تونے
بنا کر بات پیغمبر کو بھی پیغمبری بخشی
چھڑک کر خون پھر قرآں کو قرآں کردیا تونے
نظر آتی ہے سونے جوش تو حیرت یہ ہوتی ہے
کہ اس کافر کو اے مولا مسلماں کردیا تونے

(۵)

کربلا تیرہ اصل مرکز پہ اب آنا چاہئے
اس زمیں پر اک نئی بستی بسانا چاہئے
پڑ چکے ہیں سیکڑوں رواج شہادت پہ حجاب
سوچنا اب ان حجابوں کو اٹھانا چاہئے
استعاروں میں بیاں کرنے کے دن باقی نہیں
داستاں اب صاف لفظوں میں سنانا چاہئے
یہ جنگ ابھی نہیں اے سوگواران حسین
باندھ کر سر سے کفن میداں میں آنا چاہئے
آگئی جب آنے لگے حق پہ تو پھر زندگی
موت کو بڑھ کر گلے سے لگانا چاہئے
تیغ کے دامن کی جب آنے لگے رن سے ہوا
سر کو ہتھیلی پہ لے کر مسکرانا چاہئے
تیری پامالی کو عرصہ ہے کب سے جانب آسماں
اے مسلماں! خاک سے اب سر اٹھانا چاہئے

یوں ابھرنے سے رہا نقشِ حیاتِ جاوداں
زندگی پہ خون کی مہریں لگانا چاہیے
آفریں اے ہمتِ مردانِ ابنِ رسولؐ
صاحبِ غیرت کو یونہی موت آنا چاہیے
بسترِ احمدؐ شبِ ہجرت یہ دیتا ہے صدا
اے علیؑ! مردوں کو یونہی نیند آنا چاہیے
کچھ سنا کیا کہہ رہا ہے جوشؔ! اکبرؑ کا شباب؟
چند میں تیروں کے جوانی کو نہانا چاہیے

(۲)

محراب کی ہوس ہے نہ منبر کی آرزو
ہم کو ہے طبل و پرچم و لشکر کی آرزو
بامِ جلال و گردِ رہِ عزم کا ہے شوق
اورنگ کی ہوس ہے نہ افسر کی آرزو
کانٹوں پہ حق پرست بدلتے ہیں کروٹیں
بالش کا اشتیاق، نہ بستر کی آرزو
تعویذ کیا کروں گا کہ ان بازوؤں کو ہے
اژدر شکار قوتِ حیدرؑ کی آرزو
کرتا ہے اپنے خون میں ہم کو شناوری

تسنیم کی تڑپ ہے نہ کوثر کی آرزو
اس آرزو سے میرے لہو میں ہے جزر و مد
دشتِ بلا میں تھی جو بہتر کی آرزو
رنگیں مزاجیوں کا نہیں ہے محل جنوز
دل کو ہے خونِ مرحب و عنتر کی آرزو
رقصِ پری و شانِ خرامِ صبا، حرام
دل کو ہے ضربِ فاتحِ خیبر کی آرزو
ہاں عمرِ جاوداں کی ابھی بھی نوید دے
اے موت، اے جوانیٔ اکبرؑ کی آرزو
جوشؔ اس سبوئے قلب پہ کون و مکاں نثار
غلطاں ہو جس میں ساقیٔ کوثر کی آرزو